نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس، الصحۃ و الفراغ (صحیح بخاری)

غنیمت سمجھ زندگی کی بہار
کہ آنا نہ ہوگا یہاں بار بار

فرصتِ زندگی

تالیف

سعد احمد ابن مولانا رحمۃ اللہ محدث پالن پوری

پالن پور، گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلات

کتاب	:	فرصت زندگی
مؤلف	:	مفتی سعید احمد ابن مولانا رحمۃ اللہ مجادری
صفحات	:	۱۱۲
سن طباعت	:	سنہ ۱۴۳۷ھ
تعداد	:	۱۰۰۰
قیمت	:	

*** رابطہ کے لئے ***

مفتی سعید احمد مجادری، قاسمی، پالن پور گجرات	۹۹۹۸۴۹۵۳۳۵
مولانا شعیب صاحب مجادری، احمد آباد	۹۸۹۸۷۳۹۵۰۵
مکتبۂ ابوہریرہ کھروڈ، گجرات (مولانا جاوید صاحب)	۹۹۲۵۶۵۲۴۹۹
مدنی کتب خانہ پانولی (مولانا لقمان صاحب)	۹۹۰۹۶۰۵۹۷۱
الامین کتابستان دیوبند	۹۵۵۷۵۱۵۱۹۹

المحتویات

حالی کے اشعار جو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر مشتمل ہیں

جتائی انہیں وقت کی قدر و قیمت * دلائی انہیں کام کی حرص و رغبت

کہا چھوڑ دیں گے سب آخر رفاقت * ہو فرزند و زن اس میں یا مال و دولت

نہ چھوڑے گا پر ساتھ ہرگز تمہارا

بھلائی میں جو وقت تم نے گزارا

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے * فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے

جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے * اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے

فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت

جو کرنا ہے کرلو کہ تھوڑی ہے مہلت

کلمات بابرکت

عالم ربانی عارف باللہ جامع شریعت وطریقت شیخ الحدیث حضرت مفتی آدم صاحب

(دامت فیوضہم وبرکاتہم العالیہ)

الحمد للہ وحدہ، والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، وعلی آلہ وصحبہ امابعد : زندگی کے اوقات کی قدروا ہمیت کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالی نے اپنے مقدس کلام میں مختلف اوقات کی قسمیں کھائی ہیں، اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو صراحۃ اوقات کو اچھے کاموں میں مشغول رکھنے کا حکم دیا ہے۔

لہذا ہمیں اپنے اوقات کو ضائع اور بے کار نہیں کرنا چاہئے، اس سے دنیا اور آخرت کے فوائد حاصل کرنے چاہئے، اس کو اچھی طرح سمجھانے کے لئے عزیزم مولوی مفتی سعید احمد صاحب مجادری سلمہ نے بہترین مضامین جمع فرمائے ہیں، احقر نے ان کو پڑھا اور بہت ہی مفید اور مؤثر پایا۔

جو شخص اپنے اوقات سے بھر پور فائدہ اٹھانا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ چوبیس گھنٹے کا نظام الاوقات بنالے، اس کی وجہ سے اعمال کی پابندی آسان ہوگی، اور اوقات میں خوب برکت بھی ہوگی، ہمارے اکابرین کا یہی معمول رہا ہے، اللہ تعالی اس کتاب کو لوگوں کے لئے نافع بناوے، اور مؤلف کے لئے ذخیرۂ آخرت بناوے، آمین۔ واللہ الموفق فقط والسلام

احقر آدم بھیلونی ۲۸/ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

خادم شعبۂ افتاء وحدیث جامعہ نذیریہ کاکوسی

تاثرات

حضرت مولانا محمد شعیب صاحب مجادری (دامت برکاتہم العالیہ)

استاذ جامعہ فیضان القرآن احمد آباد

حامداومصلیا۔۔۔

جہد مسلسل، جوش عمل، مستی کرداراور حرارت وحرکت کا نام زندگی ہے، جب حرارت اور حرکت نہ رہے تو وہ ایک بے جان جسم رہ جاتا ہے، جو زندگی کے تقاضوں اور بلند مقاصد سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا، دانشوروں کے یہاں سانس چلنے کا نام حیات نہیں ہے بلکہ سانس وصول کرنے کا نام ہے، خواجہ مجذوبؒ فرماتے ہیں:

میری زیست کا حال کیا پوچھتے ہو　　بڑھاپا نہ بچپن نہ اس میں جوانی
جو کچھ ساعتیں یاد دلبر میں گذریں　　وہی ہیں وہی میری کل زندگانی

علامہ اقبالؒ نے کیا ہی خوب کہا ہے، حرارت وحیات سے پُران کے اشعار ملاحظہ کیجئے:

ہر ایک مقام سے آگے مقام ہے تیرا　　حیات ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں
رگوں میں گردش خون ہے اگر تو کیا حاصل　　حیات سوز جگر کے سوا کچھ اور نہیں
گراں بہا تو حفظ خودی سے ہے ورنہ　　گہر میں آب گہر کے سوا کچھ اور نہیں

زندگی کا لمحہ لمحہ ایسے لازوال بے مثال نعمائے جنت اور اسباب فرحت ولذت کا معدن ہے جس کا تصور میدان عمل میں ناممکن کر دیا گیا ہے، احاطۂ جائے عمل سے نکلنے کے بعد جب نتائج پیش کئے جائیں گے تب احساس ہوگا کہ زندگی کا ایک لمحہ دنیا بھر کے ان خزانوں سے قیمتی تھا جن کے حصول کے لئے کوئی دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے، کوئی معیاری زندگی کا ایک خیالی خاکہ بنا کر اس

کے حصول کے لئے دن رات پریشان نظر آتا ہے، اور بے شمار لوگ اس کو حاصل کرنے اور لاکھ کے دو لاکھ کرنے بلکہ کروڑ سے کروڑوں کا مالک بننے کے لئے اس قدر مصروف ہو جاتے ہیں کہ اسی تگ و دو میں اپنی قیمتی زندگی کو الوداع کہہ دیتے ہیں، اور جو خزانے، جائداد اور سیاہ و سفید زندگی کی ایک سانس کی قیمت بھی نہیں چکا سکتے ان کے پیچھے پوری زندگی برباد کر دیتے ہیں۔

اسی چیز کا احساس دلانے کے لئے ایک نوجوان فاضل کی یہ بیش بہا کتاب ہے، ایسے دور میں جب عوام بلکہ کچھ خواص بھی بے توجہی اور بے فکری کے شکار ہو چلے ہیں اگر کوئی شخص اٹھ کے قلم تھام کر وقت کی اہمیت پر کلام کرتا ہے تو واقعی اس کے قلم کو چومنے کو جی چاہتا ہے۔

موصوف کے دو کام قابل ذکر ہیں، ایک تو وقت جیسے اہم موضوع کو کتاب کا عنوان بنایا، اور دوسرے یہ کہ سلسلۂ کلام میں دلچسپی کی رعایت کرتے ہوئے وقت کی اہمیت کو مختلف انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی، الفاظ و عبارت کی روانی بھی کتاب کو پر کشش اور دلچسپ بناتی ہے، کتاب کا مسودہ ہر چند کہ مجھے مطالعہ اور تأثرات کے لئے دیا گیا مگر حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس میں سے جا بجا موتی چنے ہیں، اور کئی پہلے سے معلوم باتیں حافظہ میں گویا نئے سرے سے روشن ہو گئیں، اللہ مؤلف کی محنت میں اخلاص و قبولیت کا رنگ بھر دے، اور موصوف کے قلم کو روحانیت، تازگی اور روانی عطا فرمائیں کہ جس کے ذریعہ وہ اسلام کی ترجمانی اور دین کی خدمت انجام دے، اور آپ کی تحریر کا نور چہار دانگ عالم میں پھیلے۔

محمد شعیب مجادری

محرم الحرام ۱۴۳۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصلیا

آغاز

آدمیت کو داغدار بنانے والے امراض میں سے ایک شدید مرض بے کاری ہے، یہ دامن انسانیت پر ایک بدنما داغ ہے، اور بے کاری صرف یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے معاش کی فکر نہ کرے، اور کمانے کھانے کے وسائل اختیار کرنے سے گریز کرے، بلکہ بے کاری کی ایک شاخ یہ بھی ہے کہ معاشی جدوجہد سے فرصت ملنے کے بعد کسی دوسری مشغولی سے جی چُرائے، اپنی ذات کو سنوارنے اور علم وعمل میں ترقی کرنے لئے کسی طرح کی حرکت نہ کرے، فکر معاش کے متعلق اور چند اہم دینی فرائض کے متعلق جو روزانہ کا معمول ہے اس سے ذرہ بھی آگے قدم اٹھانے کی فکر نہ کی جائے، کبھی انسان کو یہ خیال نہ آئے کہ فرصت کے اوقات میں کچھ ایسے کام کر جاؤں جس سے دوسروں کو نفع حاصل ہو، یا اپنی ذات کو کمال حاصل ہو، یہ بیکاری اور پست خیالی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ بے کاری انسان کی صلاحیتوں کو خاک میں ملا دیتی ہے، فکر وعمل کی طاقتیں جو قدرت نے ہر انسان کے اندر رکھی ہیں ضائع ہو جاتی ہیں، اور لمبی مدت دنیا میں رہنے کے باوجود انسان اپنے اندر چھپے انمول جواہرات کی قیمت وصول نہیں کر پاتا، اور اللہ تعالی کی دی ہوئی صلاحیتوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا ہے، بیکاری اور بے حسی کی راکھ قوت تسخیر کو مغلوب کر دیتی ہے، اور باطن میں مخفی عظیم طاقتیں ایک عضو معطل کی طرح مفلوج ہو کر رہ جاتی ہیں، جن صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر خالق کائنات کا محبوب بن سکتا تھا، ملائکہ کا مخدوم بن سکتا تھا، کائنات کے ذرے ذرے کا دلربا ہو سکتا تھا، دنیا میں اپنے نام کی خوشبو پھیلا سکتا تھا، اپنے پیچھے اپنی یادوں کی زندہ علامات چھوڑ سکتا تھا، بڑوں کی آنکھوں کا تارہ اور چھوٹوں کے لئے سرمایۂ افتخار بن سکتا تھا، اور جن صلاحیتوں میں نانوتویؒ، گنگوہیؒ

اور تھانویؒ کی صف میں کھڑا کرنے کی طاقت تھی، علم وعمل، زہد وورع سے آراستہ کرنے کی قوت تھی، اور جنت کی وہ نعمتیں ان میں مخفی تھیں جن کا کسی سکندر نے بھی تصور نہیں کیا ہوگا، بے کاری و بے حسی کی راکھ کے نیچے ایسی سرد ہوگئیں گویا ان صلاحیتوں میں سے کچھ حصہ نہیں پایا تھا، اگر ان فطری طاقتوں کو نیست ونابود کر کے کوئی زندگی جیا تو کیا جیا، کسی نے لمبی عمر پائی تو کیا کمال کیا، ایسی زندگی کو کیوں کر زندگی کا نام دیا جائے، اسی لئے ابن زبیرؓ نے بڑی قوت سے کہا ہے: **أشر شيء في العالم البطالة**، سب سے بدتر چیز بیکاری ہے۔

بعض مشاغل ایسے ہوتے ہیں جو دنیوی اور اخروی فوائد سے بالکل خالی ہوتے ہیں، جن میں مشغول ہونا بھی ایک قسم کی بے کاری ہے، اگر غور کیا جائے تو ہم مشغول ہوتے بھی ہیں تو اکثر ایسے ہی کاموں میں جو بالکل لغو اور فضول ہوتے ہیں، ہمارے کان اور ہماری زبانیں ان جیسے جملوں سے بہت مانوس ہے؛ یہ کب ہوا؟ یہ کب ٹوٹا؟ وہ کب بنا؟ یہاں کون آیا؟ وہ کس نے کیا؟ فلاں کے بیٹے نے اور فلاں کے بھائی نے ایسا کیا، فلاں نے فلاں جگہ ایسا ایسا بنایا، وہ خریدا، اتنے میں بیچا، وہ مہنگا ہوگیا، یہ سستا تھا، دن رات انہیں لایعنی باتوں میں زندگی برباد ہوتی ہے۔

ایک خوبصورت اور مضبوط مکان ہے، جس کی عام قیمت پچیس لاکھ روپئے ہیں، لیکن مالک مکان کو کسی ضرورت سے اس کو فروخت کرنے کی نوبت آگئی، جلد بازی میں پچیس لاکھ کے بجائے بیس لاکھ میں مکان فروخت ہوا، تو اب یہ کہا جائے گا کہ مالک مکان کو پانچ لاکھ کا گھاٹا آیا، مالک مکان بھی اپنے ہمدردوں سے اس نقصان کی شکایت کر کے اپنا غم ہلکا کرے گا، سمجھنے کی بات یہ ہے کہ بیس لاکھ روپئے اپنی ذات میں کچھ کم نہیں ہے، اگر کسی فقیر کو ایکدم دے دیئے جائیں تو ممکن ہے وہ خوشی کو ضبط نہ کرسکے، اور دماغی توازن کھو بیٹھے، لیکن اتنی رقم حاصل ہونے پر مالک مکان کو افسوس ہے، کیوں کہ جس مکان کے عوض میں اس کو یہ رقم ملی ہے وہ اس کی پوری قیمت وصول

نہیں ہوئی، اسی کو کھوٹ اور گھاٹا کہتے ہیں، ایک ایسی ہی بھاری کھوٹ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو آگاہ کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس الصحة والفراغ۔ (صحیح بخاری)

''دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت لوگ گھاٹے میں ہیں ایک تندرستی دوسری فراغت''۔

عافیت والی زندگی سے انسان اس دنیا سے سینکڑوں گنا بڑی جنت حاصل کر سکتا ہے، قرب الٰہی کے بلند مراتب حاصل کر کے مقربین میں شامل ہو سکتا ہے جن کے لئے اللہ کے یہاں خصوصی انعامات ہیں، طاعت و عبادت سے اعلیٰ منازل کی طرف پرواز کر سکتا ہے، اور اس جنت الفردوس کا وارث بن سکتا ہے جو اعلیٰ ترین مقام ہے، جس کی چھت رحمن کا عرش ہے، اگر کوئی شخص فرائض پر اکتفا کرتا ہے تو اگرچہ یہ فی نفسہ اتنی بڑی دولت ہے کہ دنیا میں اس کا تصور بھی ناممکن ہے، لیکن وقت کی قدر و قیمت کو دیکھ کر یہ انسان بھی کھوٹ میں ہے، مکان میں صرف بیس فیصد کے نقصان پر انسان بے چین ہو جاتا ہے، وقت کی ثمنیت کے لحاظ سے ہر انسان بڑے بھاری نقصان میں جا رہا ہے، اکثر لوگ پچاس فیصد سے بھی زیادہ کھوٹ میں ہے۔

وتعجب ممن باع شیئا بدون ما * یساوی بلا علم وامرلا اعجب

لانك قد بعت الحیاة وطیبها * بلذه حلم عن قلیل سیذهب

''تجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو ناواقفیت سے کسی چیز کو اس کے مساوی قیمت سے کم میں بیچ دیتا ہے، حالانکہ تیرا معاملہ اس سے زیادہ عجیب ہے، اس لئے کہ تو نے حیات جاویدہ اور اس کی پاکیزہ اور پرلطف چیزوں کو ایک ایسے خواب کے عوض بیچ دیا ہے جو عنقریب ختم ہو جائے گا''۔

آیئے عزم سفر پیدا کریں

اس رسالے میں وقت کی قدر و قیمت کے متعلق احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اقوال علماء اور

حکماء اور صوفیائے کرام کی زریں باتیں جمع کی گئی ہیں تاکہ اتنے بھاری خسارے سے ہم لوگ آگاہ ہوں، اور فلاح وصلاح کی شاہراہ پر اپنی حیات کا رخ موڑ دیں، اور نیا عزم سفر لے کر سستی و کاہلی سے ہمیشہ کے لئے ناطہ توڑ کر شوق ورغبت سے، سرور وفرحت کے ساتھ، حدی خوانی اور نغمہ سنجی سے روح کے لئے وجد اور قلب کے لئے حرارت واضطراب کا سامان کرتے ہوئے منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہوں، ممکن ہے کہ یہ چند صفحات ہماری کی زندگی کو زندگی بنانے میں مددگار ثابت ہوں، اور سفر اس طرح پورا ہو کہ منزل پر پہنچنے کے بعد کوئی حسرت نہ رہ جائے۔

مقدس ہستیوں کے اقوال دل کی کھیتی کے لئے بارش کا پانی ہیں جن سے دل سرسبز و شاداب ہوتا ہے، عمل کو تازگی اور ارادوں کو نئی قوت ملتی ہے، اس لئے دل ودماغ کے استحضار کے ساتھ اس طرح مطالعہ کیا جائے کہ ہر اچھی بات کو آپ کے دل میں اترنے کا موقع ملے، اور ہر حکمت کی بات کے لئے آپ کا دل فراخ اور اس سے اثر لینے کے لئے مستعد ہو، دعا کریں کہ اللہ تعالی مرتب کو اور تمام قارئین کو زندگی کو صحیح کام میں لگانے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

نایاب تحفہ

ہر انسان کو اپنے رب کی طرف سے بہت ساری ایسی چیزیں انعام میں دی گئی ہیں جن کا بدل دنیا میں نہیں مل سکتا، ان میں ایک بہت بڑی نایاب چیز وقت اور زندگی ہے، یہ وہ نعمت ہے جس کو انسان اپنی پوری جائداد بلکہ دنیا کے خزانے لٹا کر بھی خریدنا چاہے تو نہیں خرید سکتا، ضائع ہونے والا ایک گھنٹہ دنیا بھر کا سونا خرچ کرنے پر بھی واپس نہیں مل سکتا، اس کے ذریعہ ہر خیر کی طرف قدم بڑھا کر آخرت کے لامحدود اور غیر فانی انعامات حاصل کئے جاسکتے ہیں، ابو کریمہ العبدیؒ فرماتے ہیں: ابن آدم ليس لما بقي من عمرك ثمن (اے ابن آدم! تیری عمر کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے دنیا میں اس کی کوئی قیمت ہی نہیں لگا سکتا)۔

جميع المصالح تنشأ من الوقت * فمن اضاعه لم يستدركه ابدا

''تمام مصالح وقت ہی سے حاصل کئے جاتے ہیں، جس نے وقت کو ضائع کر دیا وہ دو بارہ کبھی بھی اس کو حاصل نہیں کر سکتا''۔

شیخ جمال الدین قاسمیؒ اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر فرماتے تھے، ایک دفعہ آپؒ قہوہ خانے کے سامنے کھڑے ہوئے تھے، جو لوگوں سے بھرا ہوا تھا اور وہ لوگ لایعنی اور ٹھٹھے میں مشغول تھے، نہایت حسرت کے ساتھ اپنے ایک ساتھی سے فرمایا: آہ! کم اتمنّٰی ان یکونَ الوَقتُ مِمّا یُباعُ لاَشتَرِی مِنْ هولاءِ جمِیعًا اوْقاتهُم۔ ''آہ! بارہا ایسی تمنا ہوتی ہے کہ وقت کوئی ایسی شئے ہوتی جو فروخت کی جاسکتی تو میں ان سب لوگوں سے ان کے اوقات خرید لیتا۔

حفاظتِ وقت کامیابی کی کنجی ہے

جو قوم اور جو لوگ وقت کی قدر دانی کا سبق یاد کر لیتے ہیں وہ کامیابی کی شاہراہ پر منزل کی طرف بڑھتے رہتے ہیں، اور کامیابی اور سرخروئی ان کے قدم چومتی ہے، وہ دارین کی سعادتوں کو سمیٹ لیتے ہیں، وہ زندگی بھی باعزت بن کر گزارتے ہیں اور موت بھی ان کے پاس آتے ہوئے اکرام واحترام کے اصول ملحوظ رکھتی ہے، سلسلۂ روز وشب انسان کا بہترین زیور ہے جس سے انسان آراستہ اور مزین ہوسکتا ہے، لیل ونہار کی گردش ترقی کا زینہ ہے جس کے سہارے انسان اپنی ذات کو باکمال بنا سکتا ہے، شاعر اسلام علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

سلسلۂ روز وشب، نقش گر حادثات ✤ سلسلۂ روز وشب، اصل حیات وممات
سلسلۂ روز وشب، تار حریر دو رنگ ✤ جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات
سلسلۂ روز وشب، ساز ازل کی فغاں ✤ جس سے دکھاتی ہے ذات زیر و بم ممکنات
تجھ کو پرکھتا ہے یہ، مجھ کو پرکھتا ہے یہ ✤ سلسلۂ روز وشب، صیرفی کائنات

اسی شاعر اسلام نے کیا خوب حقیقت کا نقشہ کھینچا ہے:

واقف ہو اگر لذت بیداریٔ شب سے ✶ اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پر اسرار

وقت کی اہمیت قرآن میں

اللہ تعالیٰ نے اپنے مبارک کلام میں مختلف اوقات کی قسم کھائی ہے، اور علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جن چیزوں کی قسم کھاتا ہے ان کی اہمیت وعظمت کو ظاہر کرنا بھی مقصود ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کی قسم کھالے اس کی عظمت میں کیا شک ہوسکتا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

﴿والعصر﴾ (قسم ہے زمانے کی)

﴿وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ﴾

”فجر کی قسم اور دس راتوں کی قسم اور جفت اور طاق کی اور رات کی جب جانے لگے“۔

اور بھی مختلف اوقات کی اور شب وروز کی قسم کھائی ہے جس سے وقت کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے دوسری نعمتوں کے ساتھ رات اور دن کو بھی بیان فرمایا ہے، اور رات دن کو مسخر کرنے اور تابع بنانے پر اپنے بندوں پر احسان جتایا ہے، ایک جگہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَاٰتٰـكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾ (ابراهيم)

”خدا ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے مینہ برسایا پھر اس

سے تمہارے کھانے کے لیے پھل پیدا کئے۔ اور کشتیوں (اور جہازوں) کو تمہارے زیر فرمان کیا تاکہ دریا (اور سمندر) میں اس کے حکم سے چلیں، اور نہروں کو بھی تمہارے زیر فرمان کیا، اور سورج اور چاند کو تمہارے لیے کام میں لگا دیا کہ دونوں ایک دستور پر چل رہے ہیں، اور رات اور دن کو بھی تمہاری خاطر کام میں لگا دیا، اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تم کو عنایت کیا۔ اور اگر خدا کے احسان گننے لگو تو شمار نہ کر سکو، کچھ شک نہیں کہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے''۔

خیر وسعادت

وقت مومن کے لئے حسنات میں اضافے کا سبب ہے، اپنے اصلی وطن کو خوب مزین کرنے اور باغات ومحلات کو بڑھانے میں مدد ومعاون ہے، اسی مختصر زندگی میں مومن اخروی انعامات اور لازوال نعمتوں کو اپنے نصیب میں لکھوا کر دائمی سعادت کا حقدار بن سکتا ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مومن کی زندگی کو ایک خیر وبرکت کی چیز فرمایا، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الا أنبئكم بخيركم قالوا نعم قال خياركم أطولكم أعمارا وأحسنكم أعمالا۔ (مسند احمد)

''میں تم میں سب سے بہتر انسان نہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا: جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہتر لوگ وہ ہیں جو تم میں زیادہ عمر والے اور اچھے اعمال والے ہیں''۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

إن من سعادة المرء أن يطول عمره ويرزقه الله الانابة۔ (المستدرك)

''بے شک آدمی کے لئے یہ سعادت کی بات ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالی اسے (اپنی طرف اور آخرت کی طرف) متوجہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں''۔

خیر و برکت کی چیز ضائع نہیں کی جاتی، بلکہ اس کی حفاظت کر کے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کی دعا کرنے سے منع فرمایا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

لا یتمنّی أحدکم الموْت وَلا یدعُوبه من قبل أن یاتیه وَإنه إذا مات انقطع عمله وإنه لا یزید المؤمن عمره إلا خیراً۔ (صحیح مسلم)

"تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اور نہ ہی موت کو اس کے وقت سے پہلے پانے کی دعا کرے اسلئے کہ جب موت آجاتی ہے تو انسان کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے، نیز مومن کی عمر اس کے خیر ہی میں اضافہ کرتی ہے"۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیماری کی وجہ سے موت کی تمنا کر رہے تھے اس حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عباس! اے میرے چچا! موت کی تمنا نہ کرو، اس لئے کہ اگر آپ نیکوکار ہیں تو آپ کی زندگی آپ کے لئے خیر کا باعث ہے کہ وہ آپ کی نیکیوں میں اضافہ کا سبب بنے گی، اور اگر آپ گنہگار ہیں تب بھی آپ کی زندگی آپ کے لئے خیر کا باعث ہے کہ آپ اپنی برائی سے باز آسکتے ہیں، لہذا آپ موت کی تمنا نہ کیجئے۔ (مستدرک حاکم)۔

بازی لگانے کا میدان

یہ زندگی دوڑ کا میدان ہے، دوڑ کے میدان میں انسان سب لوگوں پر سبقت لے جانے کے لئے اپنی پوری طاقت لگاتا ہے تاکہ وہ آگے بڑھ کر عزت واکرام اور نیک نامی حاصل کرے، آج عمل کے میدان میں جتنی محنت وکوشش کی جائے گی حشر کے میدان میں اسی جیسا بہترین نتیجہ سامنے آئے گا، اور اکرام واعزاز سے سرفراز ہوگا، اور اگر آج دوڑ کے میدان میں سستی اور کاہلی

سے کام لیا تو ہلاکت مقدر بن جائے گی، طبرانیؒ نے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الیوم الرِّھانُ، وغدًا السِّباقُ، والْغایۃُ الجنۃُ، والْھالِکُ منْ دخلَ النّارَ۔

''آج دوڑ لگانی ہے، کل کو آگے بڑھنا ہے، جنت آخری حد ہے، اور نا کام ہونے والا وہ ہے جو جہنم میں داخل ہو گیا''۔

زندگی کو غنیمت جانو

زندگی ایک قیمتی نعمت ہے اس سے انسان بہت کچھ حاصل کرسکتا ہے لیکن یہ نعمت موت تک ہے، موت کے بعد یہ قیمتی سرمایہ چھین لیا جائے گا، اور ہمیشہ کے لئے عمل کا موقع ہاتھ سے نکل جائے گا، اس لئے موت سے پہلے اس سے جتنا نفع اٹھایا جائے اور جس قدر محنت وکوشش کی جائے کم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اغتنم خمسا قبل خمس: شبابک قبل ھرمک وصحتک قبل سقمک
وغناک قبل فقرک وفراغک قبل شغلک وحیاتک قبل موتک۔ ترمذی

''پانچ کی پانچ سے پہلے قدر کرلو، اپنی جوانی کی بڑھاپے سے پہلے، صحت کی بیماری سے پہلے، غنی کی فقر سے پہلے، فرصت کی مشغولی سے پہلے، اور زندگی کی قدر کرلو موت سے پہلے''۔

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے * فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے * اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کرلو کہ تھوڑی ہے مہلت

موانع سے کسی وقت اطمینان نہیں

ہر انسان بے شمار رکاوٹوں میں محصور ہے، بارہا ایسا ہوتا ہے کہ انسان بڑے اچھے

ارادے رکھتا ہے اور نیک کام کرنے کی تمنائیں رکھتا ہے لیکن کوئی ایسی رکاوٹ اچانک پیش آجاتی ہے کہ وہ اپنے ارادے پورے نہیں کرسکتا، پھر انسان کو بڑی حسرت اور بڑا افسوس رہ جاتا ہے کہ میری سستی وکاہلی کی وجہ سے ارادے ارادے ہی رہ گئے، آج ان ارادوں کی تکمیل میں مجبوریاں حائل ہوگئیں، مثلاً آدمی کبھی ایسا محتاج ہوجاتا ہے کہ اسے اپنی ضروریات کے علاوہ کچھ یاد نہیں رہتا، اسی طرح کبھی ہضم کی طاقت سے زیادہ مال مل جاتا ہے جس سے آدمی اپنی خواہشات کے پیچھے تمام شرعی حدیں پار کرجاتا ہے، کبھی بیماری انسان کو بے بس کردیتی ہے، لہٰذا عوارضات کے لاحق ہونے سے پہلے وقت کا بھرپور فائدہ اٹھالینا دانشمندی کا تقاضا ہے، جب رکاوٹیں پیش آجائیں گی تب وقت وصول کرنے کا موقع ختم ہوجائے گا، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بَادروا بالأعمال سبعاً: هل تنتظرون إلا فقـرا مُنْسِـيا، أَوْ غِـنى مُطْغيـا، أَوْ مرضًا مُفْسِدًا، أَوْ هرَما مفندًا، أَوْ مَوْتًا مجهِزًا أَوِ الدّجالَ فَشر غائبٍ يُنْتَظَـرُ أَوِ الساعَةَ فَالساعَةُ أَدْهَى وَ أَمَرُّ۔ (شعب الایمان)

''سات چیزوں کے آنے سے پہلے اعمال کرلو (جو شخص صحت وفراغت کے زمانے میں بھی اعمال صالحہ کی طرف نہیں بڑھتا ایسے شخص کو بطور زجر وتوبیخ کے ارشاد فرمایا) کیا تمہیں ان سات چیزوں ہی کا انتظار ہے، ایسے فقر کا جو ہر چیز بھلادے یا ایسی مالداری کا جو سرکشی پر آمادہ کرے یا ایسے مرض کا جو (بدن یا دین کو) تباہ کردینے والا ہو یا ایسے بڑھاپے کا جو بدحواس کردے یا اچانک آنے والی موت کا یا دجال کا پھر تو بہت بری غیر موجود شر کا انتظار کیا جاتا ہے یا قیامت کا اور وہ تو بڑی سخت اور بہت ہی تلخ ہے، (یعنی کیا ان عوارض کا انتظار ہے کہ ابھی موقع ملنے کے باوجود اعمال سے پیچھے ہٹ رہے ہو)''۔

خُذِ الْوقْتَ أَخْذَ اللّصِ واخْتَلِسْ * فَوَائدَهُ قَبْلَ الْمَنايَا الدَّوَائِبِ

وَلاتَتعلل بِالامَانيِ فَانّهَا * عَطَايَا أحادِيثِ النفُوسِ الْكَوَاذِبِ

ودُونَكَ وِرِدُ الْعُمرِ مَا دامَ صَافِيا * فَخُذ وتَزَودْ مِنه قَبلَ الشوائِبِ

(۱) چور کی طرح وقت کو اچک لے، اور اس کے باقی رہنے والے فوائد کو چھین لے موت سے پہلے۔ (۲) اور امیدوں کے مرض میں مبتلا نہ ہو، کیوں کہ وہ جھوٹے نفوس کے خیالات کی دَین ہے۔ (۳) زندگی کا وظیفہ تھام لے جب تک وہ باقی رہے، تو (اس کے فوائد) حاصل کر، اور اس سے زادِ راہ تیار کر عوارضات کے لاحق ہونے سے پہلے۔

بَادِرْ شَبابَكَ أَنْ تهرمَا * وَصِحَّةَ جِسْمِكَ أَنْ تَسْقَمَا

وَأَيامَ عَيشِكَ قَبْلَ الْممَاتِ * فَمَا دهرُ مَنْ عَاشَ أنْ يَسْلمَا

وَوَقْتُ فَرَاغِكَ بَادِرْ بِهِ * لَيَالي شُغْلِكَ فِي بَعْضِ مَا

وقدم فكل امرئ قادم * على بعض ما كان قد قدما

''بڑھاپا آنے سے پہلے جوانی سے جلدی فائدہ اٹھاؤ، اور بیماری سے پہلے بدن کی صحت سے کام لو، موت سے پہلے ایام زندگی کی قدر جانو، کیوں کہ کسی بھی زندہ شخص کی زندگی سالم رہنے والی نہیں ہے، اور فرصت کے اوقات میں دوڑ لگاؤ مشغولی کی راتوں سے پہلے، اور اپنے لئے اعمال کا ذخیرہ آگے روانہ کر و اس لئے کہ ہر شخص اپنے بھیجے ہوئے اعمال کی طرف آنے والا ہے''۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی نصیحت

عبداللہ بن عکیمؓ کہتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ خطبہ دیا:

أوصِيكمْ بتقوى الله، وسابقُوا في مهلِ اجالِكمْ قَبلَ أنْ تَنقضي اجالكمْ،

فيردّكمْ إلَى أَسوءِ أعْمالكُمْ، فإنّ أقواما جَعلُوا اجالَهمْ لغَيرِهمْ، وَنسُوا

اَنفُسھِمْ، فأنَھا کُمْ أَن تکونُوا أَمْثالَھِمْ، الوحَا الوحَا، النجَا النجَا، إن وَرَاءَ کُمْ طَالبا حَثِیثًا، مَرُّہُ سَرِیعٌ۔ (حفظ العمر)

''میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، تم سب دوڑو (اعمال خیر کی طرف) زندگی کی فرصت میں قبل اس کے کہ تمہاری عمر ختم ہو جائے اور تمہیں تمہارے اعمال سیئہ کی طرف لوٹایا جائے، اس لئے کہ بعض قوموں نے اپنی زندگیاں غیروں کی فکر میں لگادیں اور خود کو بھول گئے، میں تمہیں ان کے جیسا ہونے سے روکتا ہوں، جلدی کرو جلدی کرو، پھرتی کرو پھرتی کرو، بے شک تمہارے پیچھے جلد باز طلبگار لگا ہوا ہے جس کی رفتار تیز ہے''۔

حساب کتاب

موت کے بعد حساب وکتاب اور اعمال کے وزن کا معاملہ ہر مومن کا عقیدہ ہے، اور یہ بھی کسی سے مخفی نہیں کہ وہ ایک خطرناک گھاٹی ہے، اس کو آسان بنانے کے لئے ضروری ہے کہ دنیا میں اعمال کا حساب کتاب ہوتا رہے، اور انسان خود اپنی نگرانی کرتا رہے، اگر زندگی بغیر کسی لگام کے گذرتی رہی تو کل بڑی عدالت میں رسوائی کا سامنا ہوگا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

حَاسبوا انفُسکُمْ قَبلَ ان تُحاسَبوا، وزِنُوا انفسَکُم قَبلَ أَن تُوزَنُوا، فانہ اھُونُ عَلیکُمْ فِي الحسابِ غدا اَنْ تُحاسِبوا انفسکم الیومَ، وَتزینوا اللعَرضِ الاکبرِ، یومئذٍ تعرضون لا تخفی منکم خافیة۔ (حفظ العمر)

''اپنا محاسبہ کیا کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے، اور اپنے اعمال کا وزن کیا کرو قبل اس کے کہ کل قیامت کے دن تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے، اس لئے کہ آج اپنا محاسبہ کرنے سے کل حساب دینے میں آسانی ہوگی، اور بڑی پیشی کے لئے آراستہ ہو جاؤ، جس دن تمہاری پیشی ہوگی تمہاری کوئی بات مخفی نہ رہے گی (بلکہ زندگی بھر کے اچھے برے اور چھوٹے

بڑے اعمال سامنے آجائیں گے)''۔

آدمی اپنا محاسبہ کرتے ہوئے زندگی کے ایام شمار کرے تو حقیقت سامنے آئے گی کہ اس نے بے شمار دن غفلت ومعصیت میں نکال دیئے، اوراس کے پاس اتنے سارے دنوں کا کوئی حساب نہیں ہے جو کل اللہ کے سامنے پیش کر سکے، ابوبکر کتانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے نفس کا محاسبہ کیا کرتا تھا، ایک دن اس نے اپنے زندگی کے ایام شمار کئے تو بیس ہزار پانچ سو دن ہوئے، یہ دیکھ کر ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا، جب ہوش آیا تو کہنے لگا: ہائے افسوس! میں اپنے رب کے پاس بیس ہزار پانچ سو گناہ لے کر جاؤں گا (اگر روزانہ کا صرف ایک گناہ شمار کیا جائے) پھر کہنے لگا: مجھ پر افسوس ہے کہ میں نے دنیا تو آباد کی لیکن آخرت کو ویران کر دیا، اب مجھے بغیر اعمال اور ثواب کے کیسے حساب وکتاب اور عذاب وعتاب کے گھر کی طرف جانے کی کیسے خواہش ہوگی۔

حضرت علیؓ کا فرمان

آج کام ہی کام ہے، عمل کا موقع ہے، اگر عمل میں کوتاہی ہوئی تو اس پر آج کوئی باز پرس نہیں ہوگی، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ آزادی ہمیشہ رہے گی، ابھی سب کچھ لکھ کر محفوظ کیا جا رہا ہے، حساب کا دفتر اس وقت کھلے گا جب کہ حساب کتاب سے سامنے آنے والی کمی کو مکمل کرنے کا موقع ہاتھ سے نکل چکا ہوگا، حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابٌ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلٌ۔ (الزہد الکبیر)

''بے شک آج عمل کا موقع ہے، حساب کچھ نہیں، کل حساب ہوگا اور وقتِ عمل نہیں''۔

حضرت ابن مسعودؓ کا گرانقدر ارشاد

إنكمْ فِي مَمرِّ الليلِ وَالنهارِ، في آجالٍ منقوصةٍ، وأعمالٍ محفوظةٍ، والْموْتُ يأتِي بغتةً، فَمنْ زَرعَ خَيْرًا يُوشِكُ أَنْ يَحصُدَ رَغْبةً، ومن زرعَ

شرًّا یُوشِكُ أَنْ یَحصدَ ندامةً، وَلِكلِّ زارِعٍ ما زَرعَ۔ (حفظ العمر)

''تم سب شب وروز کی گذرگاہ میں ہو معمولی عرصے کے لئے، اعمال محفوظ ہو رہے ہیں، اور موت اچانک آجائے گی، پس جو آج اچھائی بوئے گا وہ عنقریب اپنی خواہشات کی فصل کاٹے گا، اور جو شر کو بوئے گا وہ عنقریب حسرت وندامت کی فصل کاٹے گا''۔

حضرت ابن عمرؓ کی نصیحت

إذا أصبحتَ فَلَا تحدِّثْ نفسك بِالمسَاءِ وإذا أمْسيتَ فلَا تحدّثْ نفسَكَ بِالصّبَاحِ وَخُذْ مِن صِحّتكَ قبْل سقمِكَ وَمِنْ حياتِك قبلَ موتك فَإنك لَا تدْري يا عبدَ اللّٰه مَا اسمكَ غدًا۔ (الترمذی)

''جب صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر، جب شام کرے تو صبح کا خیال دل میں مت لا، اور بیماری سے پہلے اپنی صحت میں سے حصہ لے لے، اور موت سے پہلے زندگی سے فائدہ اٹھا لے، کیوں کہ اے عبداللہ! تو نہیں جانتا کہ کل تیرا نام کیا ہوگا، مردہ یا زندہ''۔

انسان مجموعۂ ایام

انسان گویا چند ایام سے مرکب ہے، ہر دن اس کا ایک حصہ اور جزو ہے، جیسے انار کی حقیقت یہی ہے کہ وہ چند میٹھے رسیلے دانوں کا مجموعہ ہے، اگر ایک ایک دانہ گرتا رہے تو ایک وقت سارے دانے گر جائیں گے، پھر وہ انار انار نہیں رہے گا، انسان بھی چند ایام کا مجموعہ ہے، روزانہ ایک ایک دن ختم ہوتا ہے ایک وقت آخری قطرہ بھی گر جائے گا اور زندگی کا چراغ بجھ جائے گا، حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: **یاابن آدم! انما انت ایام، فاذا ذھب یوم ذھب بعضک۔**

''اے ابن آدم! تو چند ایام کا مجموعہ ہے جب ایک دن گزر گیا تو تیرا کچھ حصہ ختم ہو گیا''۔

حضرت رابعہ بصریہؒ نے حضرت سفیان ثوریؒ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: انما انتَ

أيام معدُودَة، فاذَا ذهبَ يوْمك ذهبَ بعضك، ويوشك إذَا ذهبَ البعضُ ان يذهبَ الكلّ، وانتَ متى تَعْلمُ فاعملْ۔ ''آپ محض چند ایام کا مجموعہ ہیں، جب آپ کا ایک دن گذر گیا تو آپ کا بعض حصہ ختم ہو گیا، جب بعض حصہ چلا گیا تو قریب ہے کہ آپ کا پورا وجود ختم ہو جائے، اور جب آپ صاحب علم ہیں تو اس پر عمل شروع کر دیجئے''۔

حضرت ابوعلی الدقاقؒ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

کل یوم یمر یاخذ بعضی ✷ یورث القلب حسرة ثم یمضی

''ہر نکلنے والا دن میرے بعض حصے کو لے لیتا ہے، اور دل کو (زندگی سے ایک دن کم ہونے کا) رنج وملال دیتا ہے اور نکل جاتا ہے''۔

مومن کا رأس المال

کسی بھی تجارت کے لئے انسان کو سرمایہ کی ضرورت پڑتی ہے جس میں محنت کر کے وہ بڑے بڑے منافع حاصل کرتا ہے، آخرت کی تجارت کے لئے وقت مومن کا سرمایہ ہے، اس سرمایہ کو اگر صحیح جگہ لگا دیا تو غیر محدود منافع حاصل ہوں گے، حضرت عیسی بسطامیؒ فرماتے ہیں: إن اللّيْلَ وَالنّهَارَ رَأسُ مَالِ المُؤمِنِ، ربحهَا الجنّةُ وَخسرانهَا النّارُ (الزهد) ''بلاشبہ شب و روز مومن کا اصل سرمایہ ہے، اس کا نفع جنت اور اس کا خسارہ جہنم ہے''۔

إنما الدنيَا إلى الجنةِ والنارِ طريقُ ✷ والليالي متجرُ الإنسانِ والايامُ سُوقُ

''بے شک دنیا جنت اور جہنم کی طرف جانے کا راستہ ہے، اور راتیں انسان کی تجارت کے اوقات ہیں اور دن بازار''۔

وقت ایک کھیت ہے

کھیت میں فصل بونے کے وقت اگر کسان سوئے گا تو جب دوسرے کھیتوں میں کھیتی

لہلہائے گی اور دوسرے کسان اپنی فصل کاٹیں گے اس وقت اس سونے والے کسان کو بہت ہی زیادہ ندامت ہوگی، یہ دنیوی زندگی بھی آخرت کی کھیتی ہے، کہا جاتا ہے الدنیا مزرعۃ الآخرۃ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) اگر آج وقت میں اچھے اعمال کے بیج ڈالے گئے تو کل جنت اور اس کے بلند درجات کی شکل میں اس کا ثمرہ ظاہر ہوگا۔

غدا توفی النفوس ما کسبت ☆ ویحصد الزارعون ما زرعوا

ان احسنوا احسنوا لانفسهم ☆ وان اساؤوا فبئس ما صنعوا

''کل ہر نفس کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا، اور لوگ اپنی لگائی ہوئی فصل کاٹیں گے، اگر اچھے کام کئے ہیں تو اپنے لئے اچھا کر گئے، اور اگر برے اعمال کئے تو انہوں نے بہت برا کیا''۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: **مَن لعبَ بعُمرِہ ضیعَ ایامَ حرثِہ، ومنْ ضیعَ ایامَ حَرْثہ ندمَ ایامَ حَصادہِ۔ (حفظ العمر)** ''جو اپنی زندگی میں لہو ولعب میں مشغول ہوجائے گا وہ اپنے کھیت بونے کے ایام کو ضائع کردے گا، اور جو اپنے کھیت بونے کے ایام کو ضائع کرے گا وہ کھیتی کاٹنے کے ایام میں حسرت وندامت کا سامنا کرے گا''۔

إذا أنت لمْ تَزرَعْ وابصَرتَ حاصدًا ندمتَ عَلى التّفْريطِ في زَمنِ البَذرِ

''جب تو کاشتکاری نہیں کرے گا اور پکی ہوئی فصل کاٹنے والے کسی کسان کو دیکھے گا تو بیج بونے کے وقت میں جو تونے کوتاہی کی اس پر ندامت کرے گا''۔

موسم اچھا، پانی وافر، مٹی بھی زرخیز ☆ جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقاں

حفاظت وقت میں فلاح دارین مضمر ہے

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ فرماتے ہیں:

سچی بات یہ ہے کہ وقت بڑی قدر کی چیز ہے، بلکہ یوں سمجھئے کہ دین ودنیا کی

دولت یہی وقت ہے،جس نے وقت سے فائدہ اٹھایا اس کے دین کا بھی نفع ہوا اور دنیا کا بھی۔(متاع وقت اور کاروان علم)

حضرت ابراہیم بن شیبانؒ فرماتے ہیں: **منْ حفظ علی نفسہ او قاتہ، فلا یضیّعھا بما لا یرضاہ اللہ عز و جل فیہ حفِظ اللہ دینَہ و دنیاہ۔** (الزھد الکبیر) ''جو اپنی ذات پر اپنے اوقات کی حفاظت کرے گا اور اسے اللہ تعالی کو ناراض کرنے والے مواقع میں ضائع نہیں کرے گا تو اللہ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت فرمائیں گے''۔

ہر سانس ایک خزانہ ہے

انسان کے ہر سانس میں لازوال نعمتیں مدفون ہیں، ذرا سی توجہ سے اس کے قیمتی دفینے حاصل کئے جا سکتے ہیں، کسی حکیم کا قول ہے: **و قد قیلَ: ان الانسان یتنفسُ کل یومٍ و لیلۃ اربعًا و عشرین الفَ نفسٍ، اثنا عشر تدخلُ و اثنا عشر تخرج، و کل نفَسٍ کخزَانۃٍ، فانظرْ ماذا تجعلُ فیھا۔** ''دن رات میں انسان چوبیس ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے، بارہ ہزار مرتبہ داخل ہوتا ہے اور بارہ ہزار مرتبہ نکلتا ہے، اور ہر سانس ایک خزانہ ہے، پس تو ذرا غور کر لے تیرا اس خزانے کے ساتھ کیا معاملہ ہے''۔

ولی کامل شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ نماز کی تو قضا ہوسکتی ہے، یعنی جب بندہ چاہے اللہ کی بارگاہ میں حاضری دے کر پچھلے گناہ معاف کرا سکتا ہے مگر سانس کی قضا نہیں ہوسکتی، اس لئے جو سانس ایک دفعہ جا چکا اس کا دوبارہ لانا مشکل ہے، جب آئے گا دوسرا ہی آئے گا۔(مولانا احمد علی لاہوریؒ کے حیرت انگیز واقعات ۳۲۰)

وقت ہر چیز سے قیمتی ہے

ایک حکیم نے اپنے دوستوں سے سوال کیا کہ بتاؤ دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی چیز کیا

ہے؟ سب نے الگ الگ جواب دیا، کسی نے کہا سونا، کسی نے کہا جواہرات، کسی نے کچھ اور کسی نے کچھ کہا، حکیم نے سب کے جواب کو رد کرکے از خود جواب دیا کہ دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی چیز وقت ہے، بالکل صحیح کہا کیوں کہ سونا خرچ کرکے وقت نہیں خریدا جا سکتا لیکن وقت سے سونا کمایا جا سکتا ہے عربی کا مقولہ ہے الوقت اثمن من الذهب (وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے)۔

بقيةالعمر عندي مالها ثمن ✵ وإن غداً ليس محسوباً من الزمن

يستدرك المرء فيها كل فائتة ✵ من الزمان ويمحو السوء بالحسن

''میری باقی زندگی کا کوئی بدل نہیں ہے، اور آئندہ کل میری زندگی میں شمار نہیں ہوتا ہے، انسانیت اور حرارت زندگی کا احساس رکھنے والا اپنی بقیہ عمر میں فوت شدہ زمانے کی کوتاہیوں کا تدارک کرتا ہے، اور سیئات سرزد ہو جانے کے بعد حسنات کی بجا آوری سے ان کو مٹا دیتا ہے''۔

ابن عقیلؒ نے خلیفہ مقتدی کے وزیر ابوشجاع کو ایک خط لکھا، اس میں یہ مضمون بھی ہے۔

''حمد وصلوۃ کے بعد! پس بلاشبہ عقلاء کے نزدیک بالاتفاق سب سے اہم پونجی وقت ہے، وہ ایک غنیمت کی چیز ہے جس سے کام کے مواقع حاصل کئے جاتے ہیں، پس اس کی قدر کرنی چاہئے کیوں کہ ذمہ داریاں زیادہ ہیں اور اوقات ختم ہونے والے۔ (قیمۃ الزمن)

تعجب کی بات

محمد بن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ کسی حکیم نے کہا ہے:

عَجِبْتُ مِمنْ يَحزنُ على نُقْصَانِ مَالِهِ وَلَا يَحزَنُ مِنْ فَنَاءِ عُمرِهِ، وَعجِبْتُ ممن الدنْيَا مُوَلِّية عَنهُ وَالْآخِرَةُ مُقْبِلَةٌ إِلَيهِ يَشتَغلُ بالْمُدبرَةِ، وَيعْرِضُ عَنِ الْمُقْبِلَة۔ (الزهد الكبير)

''مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو مال کے نقصان پر غمزدہ ہوتا ہے اور عمر کے فنا ہونے پر غم

نہیں کرتا، مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس سے دنیا منہ موڑ کر جارہی ہے اور آخرت اس کی طرف بڑھ رہی ہے، وہ جانے والی چیز میں مشغول ہوتا ہے اور آنے والی چیز سے اعراض کرتا ہے‘‘۔

کتاب زندگی

زندگی ایک کتاب ہے اس کا ہر دن ایک صفحہ ہے، ہر آنے والی صبح آپ کے سامنے ایک نیا صفحہ کھولتی ہے، آپ کے اعمال اس کی تحریر ہیں، جیسا لکھو گے ایسا اس میں محفوظ ہو جائے گا، پھر دن کے مکمل ہو جانے پر وہ صفحہ بند ہو جائے گا، اس میں لکھنے کا موقع اب کبھی نہیں ملے گا، واپس اس صفحہ کو کھولنے کا کوئی امکان نہیں ہے، جو کچھ وقت پر لکھ دیا وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا، اور اگر اس صفحہ کو کھالی جانے دیا تو اس کی تلافی کا کوئی طریقہ نہیں ملے گا، اس طرح صفحات کھلتے جائیں گے یہاں تک کہ ملک الموت اس کتاب کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیں گے، پھر حشر کے میدان میں ہماری یہ کتاب ہمارے سامنے کھولی جائے گی، اور ایک ایک صفحہ بھرنے پر بڑے بڑے انعامات سنائے جائیں گے اس وقت جب اس میں خالی صفحات نظر آئیں گے تو پشیمانی اور شرمندگی کا کیا عالم ہوگا اس کا اندازہ اسی وقت ہوگا، کسی حکیم کا مقولہ ہے: **الايّام صَحَائِف اعْمَار كم فخلدوها بأحسن اعمالكم۔** ’’ایام زندگی تمہاری عمروں کے صحیفے ہیں پس ان میں اچھے اعمال تحریر کر کے محفوظ کرلو (کیوں کہ وہ ہی دفاتر محفوظ رکھے جاتے ہیں جن میں قیمتی مضامین ہوں)۔

آمد و رفت کی کیفیت

حضرت حسن بصری ؒ فرماتے ہیں کہ ہر آنے والا دن اپنی زبان حال سے یہ کہتا ہے:

يا أيها الناسُ إني يوم جديد وأنا على ما يعملُ فيَّ شهيد وإني لو قد افلتُ شمسِي لمْ ارْجعْ إليكمْ إلى يومِ القِيامةِ۔ (حفظ العمر)

’’دنیا کا جو دن بھی آتا ہے وہ کلام کرتا ہے اور لوگوں سے کہتا ہے: اے لوگو! میں نیا دن

ہوں، اور مجھ میں جو کچھ بھی عمل کیا جائے گا میں اس پر گواہ رہوں گا، اور اگر آج میرا سورج غروب ہو گیا تو میں قیامت کے دن تک تمہاری طرف لوٹ کر نہیں آؤں گا‘‘۔

اور یہ دن چوبیس گھنٹے آدمی کے پاس مہمان رہ کر جب رخصت ہوتا ہے اس وقت یا تو تعریف کر کے نکلتا ہے یا برائی کر کے نکل جاتا ہے، آپؐ نے فرمایا:

نَهَارُكَ ضَيْفُكَ فَأَحْسِنْ إِلَيْهِ فَإِنَّكَ إِنْ أَحْسَنْتَ إِلَيْهِ ارْتَحَلَ بِحَمْدِكَ وَإِنْ أَسَأْتَ إِلَيْهِ ارْتَحَلَ بِذَمِّكَ وَكَذَلِكَ لَيْلُكَ۔

’’تیرا دن تیرا مہمان ہے، تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کر، کیوں کہ اگر تو اچھا سلوک کرے گا تو وہ تیری تعریف کرتا ہوا رخصت ہوگا، اور اگر تو اس کے ساتھ برا معاملہ کرے گا تو وہ تیری مذمت کرتے ہوئے رخصت ہوگا، یہی حالت رات کی ہے‘‘۔

کل کا دن واپس نہیں آئے گا

آج کا دن نکلنے کے لئے کمربستہ ہے، جب یہ ایک مرتبہ نکل جائے گا تو پھر کبھی واپس نہیں آئے گا، البتہ صحیح استعمال کی صورت میں اس کا نفع باقی رہے گا،

مضى امسُكَ الماضي شهيدًا معدَّلًا ۞ وأعقبهُ يومٌ عليكَ شهيدُ
فان كنتَ اقترفتَ بالامس اساءةً ۞ فثنِّ باحسانٍ وانت حميدُ
فيومك إن اعتبتهُ عاد نفعُه ۞ عليكَ، وماضي الامسِ ليس يعودُ
ولا ترجِ فعلَ الخير يومًا إلى غدٍ ۞ لعلَّ غدًا يأتي وأنتَ فقيدُ

’’گذشتہ کل نکل گیا تجھ پر ایک معتبر گواہ بن کر، اس کے پیچھے آج کا دن آیا ہے وہ بھی تجھ پر گواہ ہوگا، اگر کل تو نے کوئی برائی کی ہے تو آج نیکی کر کے قابل تعریف بن جا، کیوں کہ اگر تو آج کے دن کو مشقت میں ڈالے گا تو کل اس کا نفع مل جائے گا، اور گیا ہوا کل واپس نہیں لوٹے گا، کسی

دن آئندہ کل کے لئے کسی اچھے کام کو مؤخر نہ کر، ممکن ہے کل کا دن اس حال میں آئے کہ تو نہ ہو‘‘۔

وقت زبانِ حال سے کہتا ہے:

ولست بمدرك ما فات مني   بلهف ولا بليت ولا لواني

’’میرا وہ حصہ جو تجھ سے فوت ہو گیا تو اس کو نہیں پا سکتا ’’واویلاہ، اے کاش، کاش کہ میں ایسا کرتا‘‘ کے الفاظ سے‘‘۔

اشعار

خُذْ مَا صَفَا لَكَ فَالْحَيَاةُ غُرُورٌ ✻ وَالْمَوْتُ آتٍ وَاللَّبِيبُ خَبِيرُ

تَعْفُو السُّطُورُ إِذَا تَقَادَمَ عَهْدُهَا ✻ وَالْخَلْقُ فِي رِقِّ الْحَيَاةِ سُطُورُ

كُلٌّ يَفِرُّ مِنَ الرَّدَى لِيَفُوتَهُ ✻ وَلَهُ إِلَى مَا فَرَّ مِنْهُ مَصِير

فَانْظُرْ لِنَفْسِكَ فَالسَّلامَةُ نُهْزَةٌ ✻ وَزَمَانُهَا صَافُّ الجناح بطير

مرآة عيشك بالشباب صَقِيلَةٌ ✻ وَجَنَاحُ عُمْرِكَ بِالْمَشِيبِ كَسِيرُ

بَادِرْ فَإِنَّ الْوَقْتَ سَيْفٌ قَاطِعٌ ✻ وَالْعُمْرُ جَيْشٌ وَالشَّبَابُ أَمِيرُ

(۱) تو اپنے لئے مفید چیز کو حاصل کر لے اس لئے کہ زندگی ایک دھوکہ ہے، اور موت آنے والی ہے، اس صورت حال میں عقلمند باخبر رہتا ہے۔ (۲) مرورِ ایام کے ساتھ لکیریں ختم ہو جاتی ہیں، مخلوق بھی صفحۂ زیست پر لکیریں ہیں۔ (۳) ہر ایک موت سے بھاگتا ہے تاکہ اس سے بچ نکلے، لیکن جس سے بھاگتا ہے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (۴) پس تو اپنے لئے فکر کر اس لئے کہ موانع اور موت سے سلامتی (یعنی تندرستی اور زندگی) اپنی فکر کرنے کا ایک مختصر موقع ہے، اور اس کا زمانہ اپنے پر پھیلائے اڑ رہا ہے (عنقریب یہ ہاتھ سے نکل جائے گا)۔ (۵) تیری عمر کا آئینہ جوانی سے چمکدار ہے (یعنی زندگی کی چمک جوانی کی کدو کاوش پر موقوف ہے) اور تیری زندگی کا بازو بڑھاپے سے

ٹوٹا ہوا ہے (یعنی قوت وارادے کی کمی اور عوارض کی کثرت کی وجہ سے بڑھاپے میں زندگی کو وصول کرنے کا موقع نہیں رہتا)۔ اے مخاطب! قدم بڑھا، اس لئے کہ وقت ایک تیز تلوار ہے (اگر اس کو صحیح استعمال نہیں کیا تو وہ تجھے ہی کاٹ دے گی) اور عمر ایک لشکر ہے جس کا امیر جوانی ہے۔

زندگی بڑی مختصر ہے

دنیا میں انسان کی زندگی بہت ہی مختصر ہے، موت کے بعد دنیوی زندگی ایک دن سے بھی زیادہ مختصر معلوم ہوگی، اللہ پاک کا مبارک فرمان ہے:

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا

''جب وہ اس (قیامت) کو دیکھیں گے (تو ایسا خیال کریں گے) کہ گویا (دنیا میں صرف) ایک شام یا صبح رہے تھے''۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں تحریر فرمایا کہ مروی ہے کہ حضرت نوحؑ سے پوچھا گیا کہ اے نبیوں میں سب سے لمبی عمر پانے والے! آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟ آپؑ نے فرمایا: **کدارٍ لها بابانِ دخلتُ من أحدهما وخرجتُ من الآخر۔** ''میں نے دنیا کو اس گھر کی طرح پایا جس کے دو دروازے ہوں ایک سے میں داخل ہوا اور دوسرے دروازے سے نکل گیا''۔

کچھ لوگ ایک اعرابی کی عیادت کے لئے گئے، ان میں سے کسی نے پوچھا کہ آپ پر کتنے سال گذر گئے، اس اعرابی نے کہا ایک سو پچاس سال، لوگوں نے کہا واللہ یہ تو بڑی لمبی عمر ہے، اس اعرابی نے کہا: **لَا تَقولُوا ذٰاكَ فَوَاللهِ لَوِ استَكْملتمُوهَا لَاسْتَقْللتُمُوهَا۔** ''ایسا مت کہو، واللہ! اگر تم اس عمر کو بھی پورا کرلوگے تو اسے بھی کم سمجھوگے''۔ (العمر والشیب)

ایک آدمی نے لمبی عمر پائی، جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اس کے بھائی نے اس سے کہا کہ مجھے کچھ آخری نصیحت کیجئے، اس پر اس نے یہ اشعار کہے:

كَـأَنَّ الْمَـوْتَ يَـا ابْـنَ أَبِـي وَأُمِـي * وَإِنْ طَالَـتْ حَيَاتُـكَ قَـدْ أَتَاكَـا
أَتنعِـي الْميتيـنَ وَأَنْـتَ حَـيٌّ * إِذَا حَـيٌّ بِمَوتِـكَ قَـدْ نَعَاكَـا
إِذَا اخْتَلَـفَ الضُّـحَى وَالْعَصـرُ * دَأْبًـا تَسُـوقُهُمَا الْمَنِيَّـةُ أَدرَكَاكَـا

''اے میرے بھائی! یوں سمجھ گویا تیری موت آ گئی اگرچہ تیری عمر لمبی ہو، کیا تو زندہ رہ کر مرنے والوں کے موت کی خبر دیتا ہے جبکہ کوئی دوسرا زندہ شخص تیرے موت کی خبر دے چکا ہے، جب صبح اور شام مسلسل گردش میں ہیں جن کو موت ہانک رہی ہے تو وہ تجھے ضرور پالیں گے''۔

اس مختصر زندگی کے راحت وآرام کے لئے ابدی زندگی کی دائمی نعمتوں سے غافل رہنا کس قدر خسارہ کی بات ہے، اس مختصر زندگی کے لئے ہمارا یہی فیصلہ ہونا چاہئے:

یہ کہاں کا فسانۂ سود وزیاں * جو گیا سو گیا جو ملا سو ملا
کہو دل سے کہ فرصت عمر ہے کم * جو دلا تو خدا ہی کی یاد دلا

وقت میں فضول حصہ نہیں ہے

بعض لوگ فارغ اوقات سے اکتاتے ہیں، اور جن اوقات میں کوئی مشغلہ نہیں ہوتا ان کو نکالنے کے لئے (ٹائم پاس کرنے کے لئے) کوئی فضول مشغلہ تلاش کرتے ہیں، لیکن یہ بہت بڑی بے وقوفی ہے، وقت کا ہر حصہ کارآمد ہے، اس کا کوئی حصہ فضول اور بیکار نہیں کہ غفلت وسستی میں یا لغو کام میں ضائع کیا جائے یا کسی دوسرے وقت کے انتظار میں موجودہ وقت کو بیکار نکال دیا جائے، ''الزہد الکبیر'' میں بیہقیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں:

العُمرُ قَصير، وَالوَقتُ ضيقٌ، وَالايامُ تقضى وليسَ في الوَقتِ فضلٌ۔

''عمر مختصر ہے، اور وقت تنگ ہے، اور ایام زندگی فنا ہو رہے ہیں، اور وقت کا کوئی حصہ فضول نہیں ہے''۔

وقت کا ضیاع موت سے بھی سخت ہے

علامہ ابن قیم جوزیؒ اپنی کتاب الفوائد میں لکھتے ہیں:

إِضَاعَةُ الْوَقْتِ أَشدمن الْمَوْتِ لِأَن إِضَاعَةَ الْوَقْتِ تقطعك عَن اللهِ وَالدَّار الْآخِرَةِ وَالْمَوْتِ يقطعك عَن الدُّنْيَا وَأَهْلِهَا، الدُّنْيَا مِن أَولهَا إِلَى آخرهَا لَا تَسَاوِي غم سَاعَة فَكيف بغم الْعُمر، أعظم الرِّبْحِ فِي الدُّنْيَا أَن تشغل نَفسك كل وَقت بِمَا هُوَ أولى بهَا وأنفع لَهَا فِي معادها كَيفَ يكون عَاقِلا من بَاعَ الْجنَّة بِمَا فِيهَا بِشَهْوَة سَاعَة۔

''وقت کا ضائع کرنا موت سے بھی زیادہ سخت ہے، کیوں کہ وقت کا ضائع کرنا تجھے اللہ سے اور آخرت سے دور کردے گا، اور موت تجھے دنیا اور اہل دنیا سے کاٹ دے گی، دنیا اول سے لے کر آخر تک اس لائق نہیں کہ اس کے لئے ایک گھڑی کا غم برداشت کیا جائے، پس اس کے لئے زندگی بھر کا غم کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے، دنیا میں سب سے بڑا نفع یہ ہے کہ تو ہر وقت نفس کو ایسے کام میں مشغول رکھے جو اس کے لئے آخرت میں مناسب اور سودمند ثابت ہو، وہ شخص کیسے عقلمند ہوسکتا ہے جو جنت کو اس کی تمام نعمتوں سمیت ایک گھڑی کی شہوت کے بدلے میں بیچ دیتا ہے''۔

کہا جاتا ہے: من علامة المقت، إضاعة الوقت۔ ''مبغوض اور ناپسندیدہ ہونے کی ایک علامت وقت کو ضائع کرنا ہے''۔

تن پروری انسانیت کے لئے عار ہے

کیا کھانا، پینا اور سونا یہی زندگی ہے؟ ایک انسان کما کر اہل خانہ کے لئے وسائل کا انتظام کرتا ہے، گھر میں وقت پر کھانا تیار ہوتا ہے، سب مل کر شکم سیر ہوجاتے ہیں، یہی روزانہ کا نظام بنا ہوا ہے، کیا ایسے شخص نے اپنی منزل تک رسائی حاصل کرلی؟ کیا انسان محض کھانا ہضم

کرنے کی مشین کا نام ہے، نہیں ہر گز نہیں، انسان کی زندگی کا مقصد بہت بلند ہے، خوردن و خفتن تو بہائم کا طرز زندگی ہے،

نَهَارُكَ يَا مَغْرُورُ سَهْوٌ وَغَفْلَةٌ * وَلَيْلُكَ نَوْمٌ وَالرَّدَى لَكَ لَازِمُ

وَتَعْمَلُ فِيمَا سَوْفَ تَكْرَهُ غِبَّهُ * كَذٰلِكَ فِي الدُّنْيَا تَعِيشُ الْبَهَائِمُ

''اے فریب خردہ انسان! تیرا دن سہو اور غفلت میں گذرتا ہے، اور رات نیند میں، اس حال میں تیرے لئے ہلاکت ضروری ہوچکی ہے، تو ایسے کاموں میں لگا ہوا ہے جن کا نتیجہ عنقریب تجھے برا لگے گا، تیرا جو یہ طرز زندگی ہے اس طرح تو دنیا میں جانور زندگی گزارا کرتے ہیں''۔

فراغت بھی عیب ہے

حضرت عمر فاروقؓ کو بیکاری پسند نہیں تھی، آپؓ فرماتے ہیں:

إني لاكره ان ارى احدكم سبهللا (فارغا) لا في عمل دنيا و لا في عمل آخرة

''میں ناپسند کرتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو فارغ دیکھوں، وہ نہ دنیا کے کام میں مشغول ہو اور نہ آخرت کے کام میں مشغول ہو''۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنا یہی خیال ظاہر کرتے ہیں:

إني لابغضُ الرجلَ فارغًا ليسَ في شيءٍ منْ عملِ الدنيا و لا من عَملِ الاخرةِ

''میں ایسے فارغ اور بے کار آدمی کو ناپسند کرتا ہوں جو نہ دنیا کے کسی کام میں مشغول ہو اور نہ اعمال آخرت میں مصروف ہو''۔

حضرت مالک بن دینارؒ اکثر فرمایا کرتے تھے: مَنْ عَرفَ اللهَ فهوَ في شغلٍ شاغلٍ، و يل لمنْ ذهبَ عمرُهُ بَاطِلًا۔ (العمر و الشیب) ''جس نے اللہ تعالی کو پہچانا وہ کسی مفید کام میں مشغول رہتا ہے، ہلاکتی ہے اس شخص کے لئے جس کی عمر بیکار چلی جائے''۔

ایک اللہ والے اپنے اصحاب کے ساتھ کہیں جا رہے تھے، راستے میں ایک آدمی بیکار بیٹھا ہوا تھا آپ اس کے پاس سے بغیر سلام کئے نکل گئے، واپسی پر جب اس آدمی کے پاس سے گذر ہوا تو آپ نے اسے سلام کیا، کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے جاتے ہوئے سلام نہیں کیا، اور واپس آتے ہوئے سلام کیا، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جاتے ہوئے وہ فارغ بیٹھا تھا اور فارغ انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہوتا ہے، اور واپسی میں وہ زمین پر کچھ لکھ رہا تھا، وہ مشغلہ بھی فضول تھا لیکن مشغولی کی وجہ سے شیطان بہکانے اور وساوس ڈالنے سے عاجز تھا۔

محرم اسرار حیات

اسی عالم غفلت میں بسنے والے انسانوں میں ہمیں بہت سے لوگ ایسے بھی نظر آتے ہیں جنہوں اپنی زندگی کا راز پالیا، ان کی نگاہوں کے سامنے مقصد حیات آفتاب کی طرح روشن تھا، ان کی زندگی کا ایک ایک عمل مقصد حیات کی تشریح کرتا ہے، ان کے پر حکمت ارشادات راز حیات کا آئینہ سامنے کر دیتے ہیں، ان میں سے ایک ابوالدرداءؓ ہیں، آپ کا ارشاد ہے کہ اگر تین چیزیں نہ ہوتیں تو مجھے زندگی سے کوئی محبت نہ ہوتی، ایک گرمیوں کے روزے، قیام لیل میں اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہونا، اور ایسے لوگوں کی صحبت جو عمدہ کلام کو اس طرح چنتے ہیں جس طرح عمدہ پھل چھانٹے جاتے ہیں، اور یہ خلیفۂ ثانی عمر بن الخطابؓ فرما رہے ہیں کہ اگر تین چیزیں نہ ہوتیں تو میں اللہ سے مل جانے کو پسند کرتا، ایک اللہ کے راستے میں نکلنا، اپنی پیشانی کو اللہ کے سامنے سجدہ میں رکھنا، اور ایسے لوگوں کی صحبت جو عمدہ کلام کو اس طرح اچک لیتے ہیں جس طرح عمدہ پھل اچک لئے جاتے ہیں (الزہد لاحمدؒ) معضد بن یزید عجلیؒ فرماتے ہیں کہ اگر گرمیوں کا روزہ، موسم سرما کی راتوں کا قیام اور تہجد میں میں کتاب اللہ کی تلاوت کی لذت نہ ہوتی تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ میں شہد کی مکھی ہوتا (صفۃ الصفوۃ) حضرت ثابت بنانیؒ ایک مرتبہ فرمانے لگے: ہائے میرے عزیزوں! میں

کل رات روزانہ کے معمول کی طرح نماز نہیں پڑھ سکا، اور نہ میں روزہ رکھ سکا، اور نہ میں اپنے ساتھیوں کے پاس ذکر کی مجلس میں شریک ہو سکا، اے اللہ! جب تو نے مجھے ان چیزوں سے روک دیا ہے تو اب مجھے دنیا میں ایک گھڑی بھی زندہ مت رکھ، حضرت مالک بن دینارؒ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا: اے اللہ! یقیناً تو جانتا ہے کہ مجھے زندگی سے محبت پیٹ اور شرمگاہ کی شہوتوں کو پورا کرنے کے لئے نہیں تھی (بلکہ تیری بندگی اور تجھے راضی کرنے کے لئے زندگی سے محبت کرتا تھا) (منجد الخطیب) کئی اولیاء کرام کے متعلق مروی ہے کہ اگر ان سے کہا جائے کہ قیامت آ گئی، یا ملک الموت دروازے پر کھڑے ہیں تب بھی ان کو اپنے عمل میں اضافہ کرنے کی گنجائش نہ ملے، ان کی پوری زندگی اسی مشغولیت میں نکل گئی، اور کسی نے کہا ہے اگر میں جنت و جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تب بھی میرے عمل میں مزید کی گنجائش نہیں ہے، جس طرح ایک عام انسان کے سامنے روٹی کا نام لینے سے فوراً یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ وہ بھوک ختم کرنے کا ایک ذریعہ ہے، اس مقصد کو سامنے لانے یا ذہن کو اس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے یاددہانی کی یا ذہن کے بیدار ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ غفلت میں، نیند کے غلبہ کے وقت، گہری فکروں میں مستغرق ہونے کی حالت میں بھی روٹی کا نام لینے سے فوراً ذہن میں مقصد کا استحضار بھی ہو جاتا ہے، اسی طرح ان حضرات کے سامنے زندگی کا نام آتے ہی بے تکلف ذہن میں اس بات کا استحضار ہو جاتا تھا کہ آخرت کی تیاری کا وقت ہے، ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک مزدور سے کہا جائے کہ دس گھنٹے کا موقع آپ کو دیا جاتا ہے اس میں جتنا کام ہوگا اسی قدر آپ کو عزت و مال سے نوازا جائے گا، ظاہر بات ہے وہ مزدور ان دس گھنٹوں میں بالکل آرام و راحت کی فکر نہیں کرے گا، اور نہ کسی دوسرے کام کی طرف توجہ کرے گا، بلکہ مسلسل اپنے کام میں مصروف رہے گا، بالکل اسی طرح ان اولیاء کرام نے اپنی عمر عزیز کے لمحات گزار دیئے، وہ بظاہر عام انسانوں کے ساتھ رہتے تھے، لیکن

اپنی توجہ اپنی دھن کے اعتبار سے عام انسانوں میں اوران میں بے انتہاء مسافتوں کی دوری تھی، گویا دونوں کا عالم ہی جدا تھا، وہ حضرات جس عالم میں بستے تھے وہاں الفاظ تو وہ ہی رہتے تھے معانی بدل جاتے تھے،نظر وہ ہی رہتی تھی،غرض وغایت بدل جاتی تھی، دل تو وہ ہی رہتا تھا تمنائیں بدل جاتی تھی، دماغ وہ ہی رہتا تھا خیالات بدل جاتے تھے،ان کے یہاں کامیاب تجارت کرنے والے،علوم وفنون میں ہمعصروں پر فوقیت لے جانے والے، اپنے حریف کو مسکت جواب دینے والے کو عقلمند نہیں کہا جاتا، بلکہ ان کے یہاں عقلمند کا ایک ہی معنی تھا، وہ ہے موت سے پہلے موت کے بعد کی تیاری کرنے والا، اسی طرح عافیت کا معنی ان کے یہاں ایمان واعمال کی سلامتی ہے، اگر ایمان واعمال میں کوتاہی ہے تو وہ خود کو عافیت میں نہیں سمجھتے تھے،تجارت سے ان کا ذہن اخروی تجارت کی طرف ہی منتقل ہوتا تھا، ابو مسلم خولانیؒ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آج مقابلے میں فلاں شخص آگے بڑھ گیا، ابو مسلمؒ نے اس سے کہا کہ نہیں سبقت کرنے والا تو میں تھا، اس شخص نے تعجب سے پوچھا کہ آپ کیسے؟ آپؒ فرمایا کہ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو مجھ سے پہلے آنے والا کوئی نہیں تھا میں ہی پہلے داخل ہوا تھا، اسی طرح قوت وبہادری،خوبصورتی، میراث، کامیابی و ناکامی اور دیگر بہت سے الفاظ کے معانی متعین کرنے میں ان کے دل ودماغ کا معیار عام انسانوں سے مختلف ہوتا تھا، ''فرصت نہیں ہے'' کا معنی عام انسانوں کے نزدیک یہ ہے کہ دنیوی مشاغل کی کثرت نے دینی امور سے مشغول کر دیا، لیکن ان کے یہاں اس کا کچھ اور ہی معنی مراد ہوتا ہے جس کو شاعر نے اچھی طرح واضح کیا ہے؛

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے * نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

گویا وہ علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق تھے،

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں * گرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

ہر دم رواں ہے زندگی

زندگی ایک سفر ہے، اور انسان مسافر ہے، یہ سفر ہر آن ہر لمحہ جاری رہتا ہے، ایک جگہ سے دوسری جگہ انسان جاتا ہے تو اس کو سفر کا احساس ہوتا ہے، لیکن جب ایک وقت کو پار کر کے دوسرے وقت کی طرف جاتا ہے تو اسے احساس نہیں ہوتا کہ میں نے سفر کیا، حالانکہ کل اور آج میں بہت دور کا فاصلہ ہو گیا، کل کی جو منزل تھی اب وہ بہت پیچھے رہ گئی اور ہم بہت آگے بڑھ گئے۔

وَمَا الْمَرْءُ إِلا رَاكِبٌ ظَهرَ عمرِہ ☆ عَلى سَفرٍ يفنيه بِاليومِ وَالشهرِ

يَبِيتُ وَيُضحى كل يَومٍ ولَيلةٍ ☆ بَعِيدًا عَنِ الدنيا قَرِيبا إِلَى القَبْرِ

”آدمی سوار ہے اپنی زندگی کی پیٹھ پر ایک ایسے سفر کے لئے جو اسے دن اور مہینوں کی منزلوں سے فنا کی طرف لے جا رہا ہے، وہ ہر روزانہ صبح کرتا ہے اور شام کرتا ہے دنیا سے دور جاتے ہوئے اور قبر سے قریب آتے ہوئے“۔

نسير إلى الآجال في كل لحظة ☆ وأيامنا تطوى وهن مراحل

ولم أر مثل الموت حقا كأنه ☆ إذا ما تخطته الأماني باطل

وما أقبح التفريط في زمن الصبا ☆ فكيف به والشيب للرأس شاعل

”ہر لمحہ ہم موت کی طرف جا رہے ہیں، اور ہمارے دن گویا مراحل سفر ہیں جو سمٹتے جا رہے ہیں، میں نے موت جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ حق ہونے کے باوجود جب امیدیں اس سے آگے بڑھ جاتی ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے وہ ایک باطل چیز ہو، سستی و کاہلی تو بچپن میں بھی بہت بری چیز ہے، پھر وہ اس وقت جب کہ سر میں سفیدی پھیلنے لگے کیسے گوارا ہو سکتی ہے!“۔

دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے ☆ طے کر رہا ہے جو تو دو دن کا یہ سفر ہے

اک دن یہاں تو آیا اک دن ہے تجھ کو جانا ☆ رکنا نہیں یہاں پر جاری تیرا سفر ہے

مسافر خواہ اپنے وطن سے سینکڑوں میل دور چلا جائے لیکن وطن اور اہل وعیال کی یاد سے کبھی غافل نہیں ہوتا، اس کو ہر وقت یہی فکر رہتی ہے کہ سفر کامیاب ہو اور جلدی سے اپنے اہل و عیال سے جا ملوں، وہ جس مقصد کے لئے آیا ہے اس میں کوتاہی نہیں کرتا، دن رات میں جب بھی موقع ملتا ہے محنت وکوشش سے گریز نہیں کرتا، یہی حال ایک مسلمان کا اس دنیوی سفر میں ہوتا ہے، وہ اپنے وطن جنت کی تیاری کے لئے یہاں آیا ہے، اس لئے وہ اپنے مقصد کی تکمیل میں لگا رہتا ہے، ایک پردیس کی طرح وہ بھی دنیا میں راحت وآرام کی فکر نہیں کرتا بلکہ سفر کی ناکامی کے خطرے سے ہر وقت خوفزدہ رہتا ہے، اور جب بھی موقع ملتا ہے اپنا اصلی وطن سنوارنے میں لگ جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کیفیت کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے: **من خافَ ادلجَ و من أدلجَ بلغَ المنزِل الا إنّ سلعةَ اللهِ غاليةٌ الا إنّ سلعةَ اللهِ الجنّةُ** (ترمذی) ''جو ڈرتا ہے وہ ابتدائے شب سے سفر شروع کر دیتا ہے، اور جو ابتدائے شب سے سفر شروع کرتا ہے وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے، سنو! بے شک اللہ کا سامان مہنگا ہے، سنو! بے شک اللہ کا سامان جنت ہے''۔

مسافر شب کو اٹھتا ہے جو جانا دور ہوتا ہے ✷ جوانی میں عدم کے واسطے سامان کر غافل

جو یہاں رک کر سیر وسیاحت میں اور آرام و راحت میں مشغول ہو گیا، وطن کو بھول کر پردیس کی رنگ وبو میں محو ہو گیا اس کو وطن واپسی کے وقت بڑی شرمندگی ہوگی، بڑا افسوس ہوگا، ایک شخص دہلی یا بمبئی کسب معاش کے لئے گیا لیکن ایک سال رہ کر جب گھر واپس آیا تو کچھ بھی لے کر نہیں آیا، گھر والوں کی ساری امیدیں خاک میں ملا دیں، کیا ایسے شخص کو گھر واپسی کی کوئی خوشی ہو سکتی ہے، اور کیا گھر والوں کو اس سے ملنے کی خوشی ہو سکتی ہے، لیکن اس کی تلافی دوسرے سفر میں ممکن ہے جبکہ اخروی سفر تو ایسا ہے کہ ایک ہی مرتبہ موقع ملے گا، اگر اس میں کوئی کمی رہ گئی تو دوبارہ سفر کی اجازت نہیں ملے گی۔

میرے دوستو زندگی اک سفر ہے * کہیں ٹھہر جانے کی کوشش نہ کرنا
یہ دنیا بڑی بے وفا ہے سنبھلنا * یہاں دل لگانے کی کوشش نہ کرنا

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ سفر جاری ہو، یہاں سے کوچ کا نقارہ بجایا جا چکا ہو، لیکن مسافر بے فکر بیٹھا اپنی دھن میں مست ہو۔

وما هذه الأيام إلا مراحل * يحث بها داع إلى الموت قاصد
وأعجب شيء لو تأملت أنها * منازل تطوى والمسافر قاعد

امام شافعیؒ اپنے ہاتھ میں ہمیشہ عصا رکھتے تھے، آپؒ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ ضعیف تو ہے نہیں، پھر عصا کیوں رکھتے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا کہ میں عصا اس لئے رکھتا ہوں تا کہ مجھے یاد رہے کہ میں مسافر ہوں (منجد الخطیب)۔

کچھ لوگ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان کے گھر کا ساز وسامان دیکھا جو بہت ہی معمولی تھا، انہوں نے بزرگ سے عرض کیا: آپ کا گھر تو ایسا ہے گویا مسافر کا گھر ہو، آپؒ نے فرمایا: میں سفر کرنے والا نہیں ہوں بلکہ میں یہاں سے دھکے دے کر نکالا جاؤں گا۔

ایک شخص حضرت ابوذرؓ کے پاس آیا، اور کہنے لگا اے ابوذر! آپ کا سامان کہاں ہے؟ آپؓ نے فرمایا: ہمارا ایک گھر ہے ہم وہاں توجہ دیتے ہیں، سارا سامان بھی وہاں مہیا کیا ہے، اس نے کہا: جب تک اس مکان میں قیام رہے کچھ تو سامان ضروری ہے، آپؓ نے فرمایا: إن صاحب المنزل لا يدَعنا ها هنا (صاحب منزل ہمیں یہاں نہیں رہنے دے گا)۔ صفة الصفوة

وقت مصروفِ کار ہے

وقت میں ٹھہرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، وہ ہمیشہ اپنے کام میں لگا ہوا ہے کسی کے انتظار میں رکنا اس کی عادت نہیں، وقت علامہ اقبال کی زبانی اپنا دستور بیان کرتا ہے،

نہ تھا اگر تو شریک محفل، قصور تیرا ہے یا کہ میرا
مرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

وقت برف کی طرح ہے کہ برف کو استعمال کرلیا تو ٹھیک ہے ورنہ وہ خود بہ خود پگلنا شروع ہو جائے گا، اور بیکار ضائع ہو جائے گا، خلیفۂ عادل حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں: **ان اللیل والنهار يعملان فيک فاعمل فيهما۔** (قیمة الزمن) ''رات اور دن تیرے اندر عمل کررہے ہیں (یعنی تیری عمر فنا کر رہے ہیں) تو بھی ان کے اندر کچھ عمل کرلے''۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

صحبت الصوفية، فلم أستفد منهم سوى حرفين، أحدهما قولهم:
الوقت سيف، فإن لم تقطعه قطعك، (وذكر الكلمة الأخرى) ونفسك
إن شغلتها بالحق وإلا شغلتك بالباطل۔ (قيمة الزمن عند العلماء ۲۵)

''میں صوفیائے کرام کی صحبت میں رہا، میں نے ان سے صرف دو باتیں سیکھیں، ان میں ایک بات یہ ہے کہ وقت ایک تلوار ہے اگر تو اس کو (مفید اور کارآمد مشاغل سے) قطع نہیں کرے گا تو وہ تجھے (ناکامی اور حسرت وندامت سے اور عمر کو فنا کرکے) کاٹ دے گا، دوسری بات یہ کہ اگر نفس کو کسی اچھے کام میں مشغول کرے گا تو ٹھیک ہے ورنہ وہ تجھے باطل میں مشغول کردے گا''۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی * گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹادی

کسی کا پڑھا پا خاموش نصیحت ہے

وقت کی رفتار کے نتائج کے لئے ذرا دیدۂ عبرت وا کیجئے، اور ایک نظر اپنے پاس کھڑے عمر رسیدہ انسان کو دیکھئے، اس کے ہاتھوں میں رعشہ طاری ہے، قدم بھی لڑکھڑا رہے ہیں، اسے فلاں دکان پر جانا ہے لیکن سہارے کا انتظار ہے، لیجئے سہارا مل گیا لیکن پھر بھی طبیعت ہاری ہوئی ہے،

بیسیوں مرتبہ سوچ کر اب قدم اٹھایا ہے، دکاندار سے کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن دکاندار سمجھ نہیں پاتا، دیکھئے اسے قدم قدم پر پریشانیاں ہیں، کیوں کہ اس کے جسم پر ضعف وامراض کی حکمرانی ہے، اب ذرا اپنے دل سے سوال کیجئے کیا اس انسان نے صحت کے دن پائے تھے؟ کیا اسے بھی کبھی قوت حاصل تھی؟ وہ اپنی ضروریات کی تکمیل پر خود قادر تھا؟ کیا اس نے بچپن و جوانی دیکھی؟ کیا اس کے پیروں میں کبھی ایسی طاقت تھی کہ وہ پچاس قدموں کی جگہ سو قدم چل کر پہنچتا تھا، سینکڑوں قدم چلنے کے بعد بھی اسے تکان کا احساس تک نہ ہوتا تھا؟ اور کیا وہ ہاتھ سے وزنی چیزیں بھی اٹھالیتا تھا؟ کیا وہ اس دور سے گذرا ہے جس دور سے ابھی ہم گذر رہے ہیں؟ اندر سے جواب آئے گا کہ ہاں یہ سب کچھ تھا اور ایسا تھا کہ اسے ضعف وامراض کی باتوں پر یقین نہ آتا تھا، اور اب یہ حال ہوا ہے کہ گذشتہ کی قوت وتوانائی اور صحت ایک خواب نظر آنے لگی، وقت کی رفتار نے غیر محسوس طور سے ایک ایک نعمت اس سے چھین لی۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں جوانی کو ایسا سمجھتا ہوں جیسے کوئی چیز جیب میں تھی اور وہ گر گئی (جوانی اس طرح چلی جائے گی کہ احساس بھی نہیں ہوگا)۔

اجڑی زندگیوں میں درس عبرت

اور آگے بڑھ کر گردش زمانہ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اس نے رواروی میں کتنی زندگیاں کچل ڈالی، کرۂ ارض پر آمد ورفت کا سلسلہ جاری ہے، کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے، زمین پر بسنے والے ہم پہلے انسان نہیں ہیں، ہم سے پہلے اربوں کھربوں انسان لمبی عمریں گزار کر گئے ہیں جنہوں نے اس دنیا میں مختلف حالات کا سامنا کیا، کبھی رنج والم اور خوف وہراس کی وادی میں سرگرداں رہے، کبھی فرحت وسرور کے باغات میں شاداں ورقصاں رہے، کسی نے راحت وآرام کا شیوہ اختیار کیا تو کسی نے جہد مسلسل سے اپنی آخرت سنوارنے کی فکر کی، موت نے ان کی زندگی کو

اوران کی زندگی کے تمام واقعات کواس طرح سمیٹ دیا کہ وہ سب ایک خواب بن کر رہ گئے گویا وہ کبھی آئے ہی نہیں تھے، کسی شاعر نے کہا ہے:

مرت السنين بالوصال وبالهناء * فكأنها من قصرها ايام

ثم انثنت ايام هجر بعدها * فكأنها من طولها اعوام

ثم انقضت تلك السنون واهلها * فكأنها وكأنهم احلام

”کچھ سال دوستوں سے وصال اورخوشگواری کے ساتھ گذرے جواتنے مختصر لگے کہ گویا وہ چند ایام ہوں، پھراس کے بعد جدائی کے دن آئے جو اتنے طویل معلوم ہوئے گویا کئی سال گذر گئے، پھر وہ سال اور سال والے اس طرح گذر گئے گویا وہ (سال) اور وہ (سال والے) سب خواب ہوں“۔

ضمیر کو چھونے والے شیخ سعدیؒ کے اشعار:

بسا پادشاہان سلطان نشاں ✻ بسا پہلوانان کشور ستاں

بسا تند گردان لشکر شکن ✻ بسا شیر مردانِ شمشیر زن

بسا ماہرویان شمشاد قد ✻ بسا نازنینانِ خورشید خد

بسا ماہرویان نو خاستہ ✻ بسا نوعروسانِ آراستہ

بسا نامدار و بسا کامگار ✻ بسا سروقد و بسا گلعذار

کہ کردند پیراہن عمر چاک ✻ کشیدند سر در گریبان خاک

چناں خرمن عمر شاں شد بباد ✻ کہ ہرگز کسے زاں نشانے نہ داد

ثباتے نہ دارد جہاں اے پسر ✻ بہ غفلت مبر عمر در وے بسر

”بہت سے دبدبہ والے بادشاہ، بہت سے حکومت چھین لینے والے پہلوان، بہت سے

لشکر کو شکست دینے والے سخت لوگ، بہت سے شمشیر چلانے والے بہادر، بہت سے چاند سے مکھڑے والے شمشاد جیسے قد والے، بہت سے نازوں میں پلے ہوئے آفتاب جیسے رخسار والے، بہت سے ماہتاب کی سی صورت والے نوجوان، بہت سی نئی سجی دلہنیں، بہت سے نامور اور کامیاب لوگ، بہت سے سرو جیسا سیدھا اور لمبا قد رکھنے والے پھول جیسے نرم اور خوش رنگ رخسار والے، ان تمام لوگوں نے زندگی کا پیرہن چاک کیا اور موت کی آغوش میں چلے گئے، اور مٹی کے گڑھے میں جا بسے، ان کی زندگی کا کھلیان اس طرح ہوا کی زد میں آ گیا کہ پھر کبھی کسی کو ان کا نشان تک نہ ملا، اے بیٹے! دنیا کو قرار نہیں ہے، اس میں عمر عزیز کو غفلت میں مت گنوا دینا''۔

قد نادت الدنيا على نفسها ✵ لو كان في العالم من يسمعُ

كم واثقٍ بالعمر افنيتُه ✵ وجامعٍ بددتُ ما يجمعُ

جی ہاں! رفتار زمانہ کی زد میں آ گئے، ہم بھی اس کی دسترس سے محفوظ نہیں ہے، کاش ان کی کہانی ہمارے لئے درس عبرت ثابت ہو۔

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا ✵ جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا

بڑھاپے نے پھر آ کے کیا کیا ستایا ✵ اجل تیرا کر دے گی بالکل صفایا

نوحہ کرنے کی نوبت نہ آجائے

سفر زندگی جب اختتام پذیر ہوگا، اور زندگی چراغِ سحر کی طرح ٹمٹما کر ہمیشہ کے لئے بجھ جانے پر آمادہ ہوگی، جب جوانی اور عمل کا موقع نکل چکا ہوگا، اس وقت انسان زندگی کی آخری سرحد پر کھڑا رہ کر اپنی پچھلی زندگی پر نظر ڈالے گا تو اسے وقت اور زندگی کی بربادی پر بڑا افسوس ہوگا، اور یہ اشعار یاد آ جائیں گے:

أعَينايَ! هَلا تبكيانِ عَلى عُمرِي * تَناثرَ عُمُرِي مِن يَدِي ولاأدرِي

إِذَا كُنتُ قَدْ جَاوزْتُ سِتينَ حجةً * ولَم اتَاهّبْ لِلمَماتِ فَمَا عُذْرِي

''اے میری آنکھو! تم میری عمر پر کیوں نہیں روتی ہوں، میری عمر میرے ہاتھ میں سے بکھر گئی اور مجھے اس کا احساس بھی نہیں ہوا، جب میں ساٹھ سال سے تجاوز کر گیا پھر بھی میں نے مرنے کی تیاری نہیں کی تو اب میرے لئے کونسا عذر رہ گیا''۔

اور یہ اشعار بھی وردِ زبان ہو جائیں گے:

عشتُ وظلُ الزمان ممدود * والغصن يهتز والصبا رودُ

فأقبل الشيب في عساكره * أسود غابٍ فغابت السودُ

قد يبس الغصن في نضارته * ومال بعد استقامةٍ عودُ

وجاءك الموت فانتظره، وذا الْ * عمر يسيرٌ والسير معدودُ

① میں نے اس حال میں زندگی بسر کی کہ زمانے کا سایہ لمبا تھا، اور زندگی کی شاخ لہلہاتی تھی، اور بادِ صبا خوشگوار تھی۔ ② پھر جب بڑھاپا آیا جس کے لشکر میں جنگل کے شیر تھے تو بالوں کی سیاہی غالب آ گئی۔ ③ جوانی کی شاخ جو کبھی ہری بھری تھی خشک ہو گئی اور جو پہلے سیدھی تھی اب جھک گئی۔ ④ موت کا وقت قریب آ گیا اب اس کا انتظار کر، عمر تھوڑی ہے اور زندگی کا سفر بھی تھوڑا رہ گیا ہے۔

کسی شاعر کے یہ اشعار بھی اپنے حسبِ حال معلوم ہوں گے:

أهل يعود ما مضى لي راجعا؟ * أم هل أرى نجومه طوالعا

إذا تذكرت زماناً ماضياً * جدد حزناً أنقض الأضالعا

يا حسرتي على زمانٍ قد مضى * وذهبت أيامه ضوائعا

بادر بذي الباقي وأدرك ما مضى * لعل ما يبقى يكون نافعا

① کیا میرے لئے گذرا ہوا زمانہ واپس آئے گا، کیا پھر سے زندگی کے ستارے طلوع ہوں گے۔

۲ جب میں گذرا ہوا زمانہ یاد کرتا ہوں تو پسلیوں کو توڑنے والا غم تازہ ہو جاتا ہے۔ ۳ ہائے افسوس! زمانۂ گذشتہ پر اور ایسی زندگی پر جس کے ایام ضائع ہو گئے۔ ۴ اب بقیہ زندگی میں دوڑ لگا اور ماضی کے نقصان کی تلافی کر، ممکن ہے باقی ماندہ زمانہ سودمند ثابت ہو۔

ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ ہم ایک عابد شخص کی عیادت کے لئے گئے، وہ کسی چیز پر افسوس کر رہا تھا اور لمبی آہیں بھر رہا تھا، میں نے کہا یہ افسوس کس چیز پر ہے؟ اس نے کہا: مجھے دنیا میں رہنے کا افسوس نہیں ہے، مجھے افسوس ہے اس رات پر جس میں میں سو گیا اور اللہ کے سامنے کھڑا نہیں ہوا، اور اس دن پر جس میں میں نے روزہ نہیں رکھا، اور اس گھڑی پر جس میں میں نے اللہ تعالی کی یاد سے غفلت کی۔ (تبصرہ لابن جوزی)

ابو محمد عجلیؒ کہتے ہیں کہ میں ایک شخص کے پاس گیا وہ مرض الموت میں مبتلا تھا، جب میں اس کے پاس گیا تو وہ افسوس کے ساتھ مجھ سے کہنے لگا: سَخِرَتْ بِيَ الدُّنْيَا حَتّٰى ذهبت أيامي (دنیا میرے ساتھ مذاق کرتی رہی حتی کہ میری زندگی کے سارے ایام ختم ہو گئے)۔

عمر رفتہ کی قیمت

زندگی کا جو حصہ نکل گیا اس کی قیمت اس میں کئے جانے والے اعمال ہیں، اگر اچھے اعمال سے اس کا حق وصول کیا ہے تو آدمی کو اس کے نکل جانے پر کوئی افسوس نہیں ہوتا ہے، بلکہ اپنی پچھلی زندگی کی کامیابی پر دل فرحت وسرور سے لبریز ہو جاتا ہے، اور بدن کا ہر حصہ اللہ کے شکر کے احساس میں ڈوب جاتا ہے، اگر اس سے پوچھا جائے کہ عمر کا جو حصہ نکل چکا ہے اس کو معدوم سمجھا جائے، اور آج سے آپ کی زندگی کا حساب شروع کیا جائے، یا یوں کہئے کہ آپ کو نئی زندگی دی جائے تو کیا اس پر راضی ہو؟ تو وہ جواب نفی میں دے گا، کیوں ان ایام میں جواہرات مدفون ہیں، اس کی کوششوں اور محنتوں سے کتنے درخت تیار کھڑے ہیں، اس کے ماضی کی زمین گویا ایک سرسبز و

شاداب گلشن ہے جس کی فضا ہر طرح کی خوشبو سے معطر اور مناظر دلکش اور جاذب نظر ہیں، عمدہ اور لذیذ ماکولات ومشروبات کی بہتات ہے، اور اگر زندگی خواب غفلت میں نکل گئی تو آدمی اس کو اپنی زندگی کہتے ہوئے بھی شرماتا ہے، جب بھی اس کو اپنی کوتاہیاں یاد آتی ہیں تو اسے خود اپنی زندگی سے نفرت ہوتی ہے، اگر اس سے بھی اوپر والا سوال کیا جائے تو وہ اثبات میں جواب دے گا، اور اپنی پوری رضامندی بلکہ طلب کا اظہار کرے گا، کیوں کہ ماضی کا میدان پتھروں، کانٹوں بلکہ شکاری اور زہریلے جانوروں سے خوفناک اور ہلاکت خیز بن گیا ہے، خواجہ صاحبؒ کہتے ہیں:

میری زیست کا حال کیا پوچھتے ہو ۔۔۔ بڑھاپا نہ بچپن نہ اس میں جوانی
جو کچھ ساعتیں یاد دلبر میں گذریں ۔۔۔ وہی ہیں وہی میری کل زندگانی

حجاج بن ابی عیینہ کہتے ہیں کہ جابر بن زیدؒ ہماری مسجد میں نماز کے لئے آیا کرتے تھے، ایک دن ہمارے پاس پرانے بوسیدہ جوتے پہن کر آئے، اور فرمانے لگے: میری عمر کے ساٹھ سال گذر چکے، اگر میں نے ان میں کوئی خیر کے کام نہیں کئے تو میرے یہ دو پرانے جوتے ان ساٹھ سالوں سے بہتر ہیں۔

اس کے برخلاف وہ زندگی جو اللہ کی یاد اور آخرت کی تیاری میں گذری اس کی قیمت کے متعلق ایک اللہ والے کا ارشاد ملاحظہ کیجئے: **لو بعت لحظة من إقبالك على الله بمقدار عمر نوح في ملك قارون لكنت مغبونًا في العقد. (مفتاح الافكار)** ''اگر تو اس ایک گھڑی کو جو اللہ کی یاد میں گذری فروخت کر دے، اور اس کے عوض میں عمر نوحؑ (ایک ہزار سال) کے برابر زندگی اور اس کے ساتھ قارون کا خزانہ خرید لے تب بھی تو اس سودے میں کھوٹ میں رہے گا''۔

وقت کی قیمت کا صحیح اندازہ

کسی بھی چیز کی قدر و قیمت اس کے منافع اور فوائد سامنے آنے کے بعد معلوم ہوتی ہے،

موت کے بعد جب زندگی میں کئے ہوئے اعمال پر جو اجر وثواب حاصل ہوگا، اور وہ بڑے انعامات ہمیشہ کے لئے بندے کے سپرد ہوں گے تب اس دنیوی زندگی کے قیمتی لمحات کی حقیقی قیمت سامنے آئے گی، اس وقت ایک ایک لمحہ دنیا کی تمام نعمتوں سے گراں قدر معلوم ہوگا، وہ اعمال جن میں پانچ منٹ بھی صرف نہیں ہوتے دنیا بھر کے سونے چاندی اور جواہرات سے وزنی اور قیمتی نظر آئیں گے، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گذرے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کس صاحب کی قبر ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ فلاں صاحب کی قبر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رَكْعَتَانِ أَحَبُّ إِلى هَذَا مِنْ بَقِيَّةِ دُنْيَاكُمْ (المعجم الاوسط)۔ (دو رکعتیں اس قبر والے کو تمہاری باقی دنیا سے زیادہ محبوب ہیں)۔

ایک روایت میں یہ مضمون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی قبر کے پاس سے تشریف لے گئے جس میں مردے کو دفن کئے زیادہ وقت نہیں گذرا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہلکی ہلکی دو نفل رکعتیں جن کو تم معمولی سمجھتے ہو اس قبر والے کو تمہاری باقی دنیا سے زیادہ پسند ہیں۔ (الزھد)

مروی ہے کہ ایک آدمی قبرستان گیا، وہاں دو رکعات پڑھ کر ایک قبر کے پاس پہلو کے بل لیٹ گیا اتنے میں اس کی آنکھ لگ گئی، اس نے خواب میں قبر والے کو دیکھا، وہ قبر والا کہہ رہا تھا:

إنكم تعملون ولا تعلمون ونحن نعلم ولا نعمل ولأن تكون ركعتان في صحيفتي أحب إليّ من الدنيا وما فيها۔ (العاقبة)

"تم عمل پر قادر ہو لیکن اس کی اہمیت سے ناواقف ہو، ہم جانتے ہیں لیکن عمل سے عاجز ہیں، میرے نامۂ اعمال میں دو رکعتیں ہوں یہ مجھے دنیا وما فیہا کے مل جانے سے زیادہ پسند ہیں"۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میرا ایک دینی بھائی انتقال کر گیا، میں نے اس کو خواب میں دیکھا، میں نے اس سے کہا کہ الحمدللہ تم نے اچھی زندگی گذاری، اس نے مجھے جواب دیا کہ (اب

میرے سامنے ساری حقیقت کھل گئی ہے) یہ جو تم نے ''الحمدللہ'' کہا یہ کلمہ میرے نزدیک اب دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ محبوب ہے۔(العاقبة فی ذکر الموت)

علامہ ابن رجب حنبلیؒ نے ''اھوال القبور'' میں لکھا ہے کہ مطرف بن عبداللہ حرشیؒ کہتے ہیں کہ میں ایک جنازے میں شریک ہوا، قبرستان جا کر میں ایک کونے کی طرف چلا گیا، وہاں میں نے دو رکعات پڑھیں جن کو میں نے بہت خفیف سمجھا اور وہ دو رکعات مضبوطی اور کامل ہونے میں میری پسند کے موافق نہیں تھی، میں ان کو ناقص خیال کرتا تھا، میں نماز پڑھ کر اسی جگہ سو گیا، میں نے قبر والے کو خواب میں دیکھا، اس نے مجھ سے کہا کہ تو نے دو رکعات پڑھیں اور تو نے اسے ناقص سمجھ کر اس کی کمی کوتاہی کو پسند نہیں کیا، میں نے کہا کہ ایسا ہی ہوا ہے، اس نے کہا: تعملون ولا تعلمون ونحن نعلم ولا نستطيع أن نعمل لأن أكون ركعت مثل ركعتيك أحب إلي من الدنيا بحذافيرها۔ ''تم عمل کرتے ہو لیکن اس کی اہمیت سے ناواقف ہو، اور اب ہم واقف تو ہو گئے لیکن عمل نہیں کر سکتے، میں تیری دو رکعات جیسی نماز پڑھوں یہ مجھے دنیا اور اس کی تمام انواع واقسام کی نعمتوں سے زیادہ پسند ہے''۔

ایک شخص نے خواب میں مردوں کو دیکھا جو یہ کہہ رہے تھے: ما عندكم أكثر من الغفلة وما عندنا أكثر من الحسرة۔ (تمہارے (زندوں کے) پاس غفلت سے زیادہ کوئی چیز نہیں، اور ہمارے (مردوں کے) پاس حسرت سے زیادہ کوئی چیز نہیں)۔

عبداللہ ابن مبارکؒ کسی جنازے میں تھے کہ اس وقت ایک آدمی ان سے کوئی سوال کرنے آیا، آپؒ نے اس سے کہا کہ ابھی تسبیح پڑھو، (اور اس مردے سے عبرت لو) اس جنازے میں سونے والا اب تسبیح سے روک دیا گیا۔

ایک شخص کی بیٹی طاعون میں انتقال کر گئی، اس کے باپ نے اس کو خواب میں دیکھا،

باپ نے کہا: بیٹی! آخرت کے بارے میں کچھ بتاؤ، بیٹی نے کہا: **یا أبت! قدمنا علی أمر عظیم، نعلم ولا نعمل وتعملون ولا تعلمون والله لتسبیحة أو تسبیحتان أو رکعة في عملي أحب إلي من الدنیا وما فیها. (اھوال القبور)** ''ابا جان! ہم عظیم الشان معاملے کی طرف آئے ہیں، ہم نے سب کچھ جان لیا، لیکن عمل نہیں کر سکتے، اور تم عمل کر سکتے ہو لیکن جانتے نہیں ہو، اللہ کی قسم! میرے اعمال میں ایک دو تسبیح کا یا ایک رکعت کا اضافہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے''۔

الزہد والرقائق میں ابن مبارکؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر پر تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ایک قبر کو دیکھا تو وہاں سواری سے اتر گئے اور اتر کر دو رکعات نماز پڑھی، لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ نے ابھی جو عمل کیا وہ کوئی نیا عمل معلوم ہوتا ہے، آپ ایسا نہیں کرتے تھے، آپؓ نے جواب دیا: **ذَکَرْتُ أَھْلَ الْقُبُورِ، وَمَا حِیلَ بَیْنَھُمْ وَبینہُ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَقَرَّبَ إِلَی اللہِ بِھِما۔** ''(قبر دیکھ کر) مجھے قبر والوں کی حالت یاد آئی کہ ان قبر والوں اور اعمال کے درمیان آڑ کر دی گئی، (آج وہ لوگ چاہتے ہوئے بھی نماز پڑھنے سے عاجز ہیں) اس لئے میں نے یہ دو رکعات پڑھ کر اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہا''۔

صفۃ الصفوۃ میں ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ عمرو بن قتیبہ بن فرقدؒ رات کے وقت اپنے گھوڑے پر نکلتے، اور قبرستان کی طرف جاتے، اور قبر والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے: **یَا أَھْلَ الْقبورِ، قَدْ طُوِیَتِ الصحُفُ، وَقَدْ رُفِعَتِ الْأَعْمالُ۔** (اے قبر والوں! تمہارے صحیفے لپیٹ لئے گئے، اور اعمال اٹھا لئے گئے)، پھر آپ پر گریہ طاری ہو جاتا، اور پوری رات وہاں پیروں پر کھڑے گزار کر فجر کی نماز میں شریک ہو جاتے۔

موت کے بعد حسرت رہ جائے گی

مثل مشہور ہے ''قدرِ نعمت بعد زوالِ نعمت'' یعنی جب تک نعمت رہتی ہے اس وقت اس

کی قدر و قیمت معلوم نہیں ہوتی پھر جب وہ نعمت چلی جاتی ہے تب آنکھیں کھلتی ہیں کہ ہم نے کتنی بڑی قیمتی چیز کھودی، آج زندگی ہے، اعمال صالحہ کا موقع ہے، ایک وہ دن آئے گا کہ یہ نعمت ہمیشہ کے لئے چھین لی جائے گی پھر اس وقت حسرت وافسوس کی کوئی انتہاء نہ رہے گی، ندامت سے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، مروی ہے کہ کل قیامت کے دن انسان کی زندگی کے سال، پھر اس کے مہینے، پھر اس کے ہفتے، پھر ہفتے کے دن سامنے کئے جائیں گے، جب ان کو کسی عمل خیر سے خالی دیکھے گا تو حسرت وندامت کی تصویر بن جائے گا، پھر اگر گناہوں سے پُر دیکھے گا تو افسوس کا کیا عالم ہوگا! حسن بصریؒ فرماتے ہیں: یُعْرَضُ عَلی ابْنِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ سَاعَاتُ عُمرِہٖ، فَکُلُّ سَاعَةٍ لَمْ یحدِثْ فِیهَا خَیراً تقطَّعتْ نفسُه علیها حَسراتٍ. ''ابن آدم پر قیامت کے دن اس کی زندگی کے لمحات پیش کئے جائیں گے، پس ہر وہ گھڑی جس میں کوئی خیر کا کام نہیں کیا ہوگا اس پر اس کا دل حسرت وندامت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا''۔

پھر انسان یہ تمنا کرے گا کہ کاش پھر سے زندگی مل جائے، تاکہ اس میں اعمال صالحہ کر کے اخروی انعامات کا حقدار بن جائے، لیکن اب زندگی کیسے میسر آسکتی ہے، اللہ فرماتے ہیں:

یَوْمَىِٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ۔ (الفجر)

''انسان اس دن متنبہ ہو جائے گا مگر اب تنبہ کا موقع کہاں رہا، کہے گا کاش میں نے اپنی زندگی (جاودانی) کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا''۔

وہ بارگاہ الٰہی میں نئی زندگی کی درخواست کرے گا جس کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ۔

’’(یہ لوگ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے گی تو کہے گا کہ اے پروردگار! مجھے پھر (دنیا میں) واپس بھیج دے، تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں (اللہ کی طرف سے جواب ملے گا) ہرگز نہیں، یہ ایک ایسی بات ہے کہ وہ اسے زبان سے کہہ رہا ہوگا‘‘۔

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ ۔ (فاطر)

’’اے پروردگار! ہم کو نکال لے اب ہم نیک عمل کیا کریں گے ان برے اعمال کے علاوہ جو ہم پہلے کرتے تھے (اللہ کی طرف سے جواب ملے گا) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا وہ نصیحت حاصل کر لیتا‘‘۔

رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۔ (السجدۃ)

’’(گنہگار کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، تو ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ نیک عمل کریں بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں‘‘۔

نیک لوگوں کو بھی حسرت رہے گی

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ أَحَدٍ يموتُ إِلَّا نَدِمَ قَالُوا وَمَا نَدَامَتُهُ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ إِنْ كَانَ محسِنًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ ازْدَادَ وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ نَزَعَ (الترمذی)

’’ہر مرنے والا افسوس کرتا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کس بات کا افسوس کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر نیکوکار ہوتا ہے تو اس بات پر افسوس کرتا ہے کہ اس نے نیک اعمال اور زیادہ نہیں کیئے، اور اگر بدکار ہوتا ہے تو افسوس کرتا ہے کہ بداعمالیوں سے باز نہیں آیا‘‘۔

جنت کا فیصلہ ہوجانے کے بعد بھی حسرت

یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جنھوں نے زندگی سے بالکل ہی فائدہ نہیں اٹھایا، اوران کے لئے جہنم کا فیصلہ ہوگیا، رہی ان لوگوں کی بات جنھوں نے اپنا سارا وقت ضائع نہیں کیا بلکہ کچھ وقت کام میں بھی لگایا، ان کو بھی حسرت رہ جائے گی کہ کاش کچھ اور کر لیتے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَیسَ یَتحَسر اَھْلُ الجنۃ إلّا علی سَاعۃٍ مرّتْ بِھِمْ لم یَذکرُ وا اللہ فِیھَا۔

''جنت والوں کو کسی چیز پر بھی حسرت نہ ہوگی سوائے اس گھڑی کے جوان کو دنیا میں ملی لیکن اس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا''۔(شعب الایمان)

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَدًا لَا یَذْکُرُونَ فِیہِ اللہَ عَزَّ وَجَلَّ، وَیُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، إِلَّا کَانَ عَلَیْہِمْ حَسْرَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّۃَ لِلثَّوَابِ۔

''کوئی قوم کسی بھی ایسی مجلس میں جمع ہوں جس میں اللہ کا ذکر نہ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود نہ بھیجیں، ان لوگوں پر وہ مجلس قیامت کے دن حسرت کا سبب بنے گی، اگرچہ وہ لوگ جنت میں داخل ہوجائیں''۔(مسند احمد)

اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ آدمی مجلس میں بیٹھے یا بستر پر لیٹے یا راستہ چلتے ذکر اللہ سے غفلت کرے گا تو قیامت کے دن اس کی وہ حالت حسرت وندامت میں اضافہ کرے گی، اوراس کے لئے نقصان کا سبب بنے گی۔

اس وقت انسان کے سامنے آئے گا کہ مجھ سے ایک مرتبہ ''سبحان اللہ'' زیادہ کہنے والے مجھ سے بہت آگے بڑھ گئے، صرف ایک سکنڈ کی غفلت نے اپنے ساتھیوں سے بہت پیچھے کردیا،

ماندم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر * یک لحظہ غافل بودم صد سالہ راہم دور شد

اگر کوئی ایک سانس بھی ضائع نہ کرے

اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پوری زندگی سجدہ میں گزار دے، اور پیدائش سے لے کر موت تک ایک لمحہ بھی غفلت نہ کرے تب بھی جب قیامت میں اعمال صالحہ کا اجر وثواب سامنے آئے گا اس وقت اسے اپنی زندگی بھر کی عبادت کم نظر آئے گی اور وہ تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں جانے کا ایک موقع اور مل جائے تا کہ مزید اجر وانعام حاصل کروں، حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَو أَنّ رجلاً يَخِرُّ علی وَجهه مِن يَوْمِ وُلِدَ إِلَی يَوْمِ يموتُ هَرَمًا فِي مَرْضَاةِ اللهِ لحقَّرَهُ يَوْمَ الْقِيامَةِ. (مسند احمد)

''اگر کوئی شخص اللہ کی رضا کے لئے پیدائش سے لے کر بوڑھا ہو کر مرنے تک چہرے کے بل سجدہ میں پڑا رہے تب بھی قیامت کے دن اس کو معمولی سمجھے گا''۔

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

لَوْ أَنّ عَبْدًا خَرَّ عَلی وَجْهِهِ مِنْ يَوْمِ وُلِدَ إِلی أَنْ يموتَ هَرَمًا في طاعةِ الله لحقَّرَهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ ولَوَدَّ أنّه رُدَّ إلی الدُّنْيَا كَيما يَزْدَادَ مِنَ الْأَجْرِ وَالثوابِ.

''اگر کوئی شخص پیدائش سے اللہ کی اطاعت میں اپنے چہرے کے بل پڑا رہے یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر مر جائے تب بھی اس دن اس کو معمولی سمجھے گا، اور تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں دوبارہ بھیجا جائے تا کہ مزید اجر وثواب حاصل ہو''۔ (مسند احمد)

اسلاف کی حرص

ہمارے اسلاف وقت کے بڑے قدردان تھے، زندگی کے ایک ایک لمحے کو تول تول کر

استعمال کرتے تھے، عام انسان جس طرح سونے چاندی کی حفاظت کرتا ہے اس طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ وہ حضرات اپنے وقت کی حفاظت کا اہتمام کرتے تھے، اور جس طرح درہم ودینار اور کسی بھی قیمتی چیز کے ضائع ہونے سے انسان غمزدہ ہوجاتا ہے اسی طرح ہمارے اکابر وقت کے بے کار نکل جانے پر افسوس کیا کرتے تھے، حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے:

أَدْرَكْتُ أَقْوَامًا كَانَ أَحَدُهُمْ أَشَحَّ عَلى عُمُرِهِ مِنْهُ عَلى دَرَاهِمِهِ وَدَنَانِيرِهِ۔

''میں نے ایسے لوگوں کو پایا ہے کہ ان میں سے ہر شخص اپنے دراہم ودنانیر سے زیادہ اپنی عمر کا حریص تھا''۔ (الزہد والرقائق)

جو دن گذر گیا اس پر افسوس

عبداللہ بن مسعودؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں:

ماندمت على شيء ندمي على يوم غربت شمسه نقص فيه أجلي ولم يزد فيه عملي۔ (قيمة الزمن عند العلماء)

''مجھے کسی چیز پر اتنا افسوس نہیں ہوتا جتنا کہ اس دن پر ہوتا ہے جو میری زندگی سے کم ہوگیا اور اس میں میرے عمل میں اضافہ نہیں ہوا''۔

نہ ہو کام کچھ اور دن ہو تمام ✲ تو ڈوبا وہ دن اور اجڑی وہ شام

عمر رفتہ پر آنسو

''ابو اسمہ مصری کہتے ہیں: کہ ابو شریح ایک مرتبہ چلتے چلتے بیٹھ گئے، اور اپنے چہرے پر چادر ڈال کر رونے لگے، ہم نے پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا: تَفَكَّرْتُ فِي ذَهَابِ عُمُرِي، وَقِلَةِ عَمَلِي، وَاقْتِرَابِ أَجَلِي۔ (مجھے یہ بات یاد آگئی کہ میری عمر چلی گئی، اور اعمال کم رہ گئے، اور موت قریب آگئی)۔

عبداللہ بن مبارکؒ جب طرسوس میں داخل ہوئے تو آپ پر گریہ طاری ہو گیا لوگوں نے پوچھا اے ابوعبدالرحمن! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا: بَكَيتُ عَلَى فَنَاءِ عُمرِي و ضيعتِه۔ ''میں اپنی عمر کے فنا ہونے اور اس کے ضائع ہونے پر رو رہا ہوں''۔ (العمر والشیب)

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے زندگی میں بہت کام کیا، اور بڑی اہم دینی خدمات کر کے اس زندگی کو محفوظ کر دیا، اگر یہ کہا جائے کہ زندگی کا حق ادا کر دیا تو بے جا نہ ہوگا، آپ اپنے اوقات میں سے ایک منٹ بھی ضائع نہیں فرماتے تھے، ہمہ وقت مشغول رہتے تھے، لیکن اس کے باوجود جب آپ کی عمر کے پچھتر سال پورے ہوئے تو زندگی کی مہلت کے ضائع ہونے کے احساس سے غمزدہ ہو کر یہ اشعار کہے جو مجالس حکیم الامتؒ (ص ۱۵۳) میں تحریر فرمائے ہیں:

پنج و ہفتاد آمد از عمر عزیز * بے عمل بے علم بے رشد و تمیز

وائے بر من فرصت عمر دراز * دادہ ام در غفلت و در حرص و آز

''عمر عزیز کے ۷۵ سال ہو گئے لیکن اب تک بے عمل بے علم اور رشد و تمیز سے تہی دامن رہا، مجھ پر افسوس ہے کہ میں نے لمبی عمر غفلت اور حرص و طمع میں گذار دی''۔

شیخ سعدیؒ نے بھی اپنی عمر کے ضائع ہونے پر نفس کو ملامت کی ہے، فرماتے ہیں:

چہل سال عمر عزیزت گذشت * مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

ہمہ با ہوا و ہوس ساختی * دمے با مصالح نہ پرداختی

مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار * مباش ایمن از بازئ روزگار

''تیری زندگی کے چالیس سال گذر چکے لیکن تیرے مزاج میں لڑکپن ہی رہا، ساری عمر خواہشات کی بھینٹ چڑھا دی ایک دم بھی مفید کاموں میں نہیں لگا، تو ختم ہونے والی عمر پر بھروسہ مت کرنا اور گردش زمانہ سے مطمئن نہ ہونا''۔

یہ میری زندگی کا آخری دن ہے

وقت کی قدردانی کا ایک گُر یہ ہے کہ انسان ہر دن کو اپنی زندگی کا آخری دن خیال کرے، حضرت معاذہ عدویہؒ ایک نیک اور ولیہ خاتون گذری ہیں، آپؒ کے بارے میں آتا ہے کہ جب دن آتا تو فرماتیں: هذا يومي الذي أمُوتُ فيه (یہ میری زندگی کا وہ دن ہے جس میں میری موت آئے گی) پھر وہ شام تک نہ سوتیں، اور جب رات آتی تو فرماتیں: هذه ليلتي التي أمُوتُ فيها (یہ میری وہ رات ہے جس میں میرا انتقال ہوگا) پھر وہ صبح تک آرام نہ فرماتی تھیں، ٹھنڈی کے موسم میں باریک کپڑے زیب تن فرماتیں تاکہ ٹھنڈی کی وجہ سے نیند نہ آسکے۔

بڑا کارآمد نکتہ ہے، اگر انسان یہی سبق یاد کرلے کہ یہ میری زندگی کا آخری دن ہے تو یہی خیال زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے کافی ہے۔

ایام خالیہ کو وصول کر رہا ہوں

(**ایام خالیہ** (بہ معنیٰ گذرے ہوئے دن) کا لفظ ذکر قرآن میں آیا ہے، اس سے مراد دنیوی زندگی ہے، دنیوی زندگی میں جو نیک اعمال کئے تھے ان کی بنیاد پر قیامت کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے یہ مژدہ سنایا جائے گا: **كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ** ''جو عمل تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلہ میں مزے سے کھاؤ اور پیو''۔)

حضرت نافع علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے، وہاں انہوں نے دسترخوان بچھایا، اس وقت وہاں سے ایک چرواہا گزرا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ آجاؤ، تم بھی کھانے میں شریک ہوجاؤ، اس چرواہے نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: کیا ایسی شدید گرمی میں روزہ رکھا ہے جبکہ آپ کا کام بھی ایسی وادی میں ہے (جہاں سایہ بھی نصیب نہیں)؟ اس نے کہا: إني و الله أبادرُ الايامَ الخاليةَ (اللہ کی قسم میں

ایام خالیہ میں سبقت لے جانا چاہتا ہوں)۔

روح بن زنباع کہتے ہیں کہ میں سفر میں ایک منزل پر اترا، اور کھانا حاضر کیا گیا، اس وقت وہاں ایک چرواہا آ گیا، میں نے اس سے کہا کہ تم بھی کھانے میں شریک ہو جاؤ، اس نے کہا میں روزہ دار ہوں، میں نے کہا: کیا ایسی گرمی کے دن روزہ؟ اس نے کہا: افادَعُ اَیامي تذهبُ باطلا (تو کیا میں اپنے زندگی کے ایام کو یوں ہی بیکار جانے دوں) اس پر میں نے یہ شعر کہا:

لقدْ ضَننْتَ بایامكَ یا رَاعِي ✲ إذْ جادَ بها رَوحُ بنُ زِنبَاع

''اے چرواہے! تو نے اپنے ایام زندگی کے ساتھ بخل کا معاملہ کیا، جبکہ روح بن زنباع نے ان کے ساتھ سخاوت کا معاملہ کر کے ان کو ضائع کر دیا''۔

وقت کی رفتار کا احساس

عامر بن عبد قیس تابعین میں بڑے زاہد گزرے ہیں ان سے کسی نے کہا: مجھ سے کچھ بات کیجئے، آپؒ نے اس سے فرمایا: فَامسك الشّمسَ (سورج کو روک دے تو بات کروں گا)۔

حضرت معروف کرخیؒ بھی بڑے اولیاء اللہ میں سے شمار ہوتے ہیں، لوگ آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے، ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت کے پاس کچھ زیادہ وقت تک بیٹھے رہے تو آپؒ نے فرمایا: اَما تُریدُونَ اَنْ تقومُوا؟ إن ملكَ الشّمسِ لا یفتر عنْ سوقهَا۔ (کیا تم لوگوں کا ارادہ اٹھنے کا نہیں ہے؟ بیشک سورج کا فرشتہ اس کو ہانکنے میں کوتاہی نہیں کر رہا ہے)۔

ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ کچھ لوگ ایک راہب کے پاس رک گئے، اور ان سے عرض کیا کہ ہم آپ سے کچھ سوال کرنا چاہتے ہیں کیا آپ ہمیں جواب دیں گے؟ اس راہب نے فرمایا کہ پوچھو لیکن بقدر ضرورت ہی پوچھنا، زیادہ سوالات مت کرنا، اس لئے کہ گیا ہوا دن ہرگز نہیں لوٹے گا، اور عمر واپس نہیں ملے گی، اور موت بغیر کاہلی کے طلب میں لگی ہوئی ہے۔ (المدہش)

عبدالرحمن بن مہدیؒ کہتے ہیں کہ ہم مکہ میں حضرت سفیان ثوریؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: النهَارُ يعْملُ عمله (دن اپنا کام کررہا ہے)۔

اذا كنت اعلم علما يقينا ✵ بان جميع حياتي كساعة

فلم لا اكون ضنينا بها ✵ واجعلها في صلاح وطاعة

''جب میں یقینی طور پر جانتا ہوں کہ میری پوری زندگی ایک لمحہ کی طرح ہے تو کیوں میں اس کے متعلق بخیل نہ بنوں، اور اس کو صلاح وطاعت میں نہ لگاؤں''۔

محمد بن واسعؒ بہت بڑے عبادت گذار متقی اور زاہد تھے، علم وعمل میں امام تھے، آپؒ سے کسی نے پوچھا کہ کس حال میں صبح کی؟ تو آپؒ نے فرمایا: ما ظنك برجل يرتحل كل يوم إلى الآخرة مرحلة۔ (تمہارا اس شخص کے متعلق کیا خیال ہے جو ہر دن آخرت کی طرف ایک منزل طے کرتا ہو (یعنی اس حال میں کیسے اطمینان مل سکتا ہے)۔ (احیاء العلوم)

عوض یک دو نفس قبر کی شبہائے دراز

حضرت حسان بن سنان کی بیوی کہتی ہے کہ آپ رات کو میرے پاس آتے اور بستر پر میرے ساتھ سوجاتے، اور جس طرح عورت اپنے بچے کو سلانے کے لئے خود بھی سونے کی شکل بناتی ہے اسی طرح آپ بھی مجھے سلانے کے لئے سوجاتے، جب آپ کو یقین ہوجاتا کہ میں سوگئی ہوں تو آہستہ سے اٹھ جاتے اور کھڑے ہوکر نماز شروع کردیتے، میں نے آپ سے کہا کہ اے ابوعبداللہ! کب تک اپنے نفس کو عذاب دیتے رہوگے، اپنے نفس پر نرمی کیجئے، تو آپ نے فرمایا: اسكتي ويحك فيوشك أن أرقد رقدة لا أقوم منها زمانا. (تو خاموش ہوجا، تجھ پر افسوس ہے، میں عنقریب ایسی نیند سوؤں گا کہ ایک زمانے تک اس سے نہیں اٹھوں گا)۔

حضرت رابعہ بصریہؒ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ پوری رات نماز پڑھتی رہتی تھیں،

جب صبح صادق ہوجاتی تو تھوڑی دیر کے لئے لیٹ جاتیں تا کہ صبح صادق اچھی طرح روشن ہوجائے، پھر جب صبح روشن ہوجاتی تو ایکدم اٹھ جاتیں، اور اپنے نفس سے خطاب کر کے فرماتیں: يا نفسُ كمْ تنامِين؟ وإلى كمْ لا تقومين؟ يوشكُ أن تنامي نومةً لا تقُومين منهَا إلا لصَرخةِ يومِ النّشورِ۔ (اے نفس! تو کتنا سوئے گا، اور کب تک کھڑا نہیں ہوگا، قریب ہے کہ تو ایسی نیند سوجائے جس سے قیامت کی صور سے پہلے اٹھنا نصیب نہیں ہوگا)۔

ضروریات میں وقت لگانے میں بخل

جو وقت کی قدر جان لیتا ہے اس سے تو یہ بعید ہے کہ فضولیات اور بیکار کاموں میں وقت ضائع کرے، مگر کتنے اولیاء اللہ ایسے گذرے ہیں جو ضروریات میں بھی وقت کو کم از کم استعمال کرنے کی کوشش کرتے تھے، اپنی تمام خواہشات کو بالائے طاق رکھ کر صرف اسی قدر طبعی ضروریات میں مشغول ہوتے تھے جس سے زندگی باقی رہے، ان ہی بلند ہمت جواں مرد لوگوں میں ایک حضرت داود طائیؒ ہیں، آپ پانی میں ستو ملا کر پی لیا کرتے تھے، آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کو روٹی کھانے کی خواہش نہیں ہوتی، آپ نے فرمایا: بينَ مضغِ الخبزِ وشربِ الفتيتِ قراءةُ خمسين ايةً۔ (روٹی چبانے اور ستو پینے کے درمیان میں پچاس آیتوں کا فرق ہے)۔

سبحان اللہ! یہی تو ہے وقت کی صحیح قدر و قیمت کی پہچان، جس نے ایسے باریک حساب کی طرف بھی ذہن متوجہ کیا، یہ تو آپ کی حالت تھی کہ آپ نے اپنی طبعی ضرورت میں سے پچاس آیتوں کا وقت بچالیا، اور ہمارا یہ حال ہے کہ عبادت کے اوقات میں سے پچاس لقموں کا وقت بچانے کی فکر لگی رہتی ہے۔

ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ علامہ شمس الدین محمود بن عبد الرحمن اصفہانیؒ کی علمی پیاس اور حفاظت اوقات کے اہتمام کے متعلق جو باتیں منقول ہیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ زیادہ

کھانے سے پرہیز کیا کرتے تھے، تاکہ زیادہ پانی پینے کی ضرورت نہ پڑے تاکہ بار بار پیشاب کے لئے نہ جانا پڑے اور وقت ضائع نہ ہو۔ (الدررالکامنۃ)

امام نوویؒ بڑی سادگی کے ساتھ زندگی گذارتے تھے، کھانے پینے اور پہننے میں ضرورت پر اکتفاء کرتے تھے، آپؒ نے شادی بھی نہیں کی تھی، دنیوی مشاغل سے خود کو فارغ کر کے تمام اوقات دینی کاموں میں صرف فرماتے تھے۔

ابوالحسن بن عطارؒ کہتے ہیں کہ مجھے میرے استاذ امام نوویؒ کے بارے میں بتایا گیا کہ آپؒ کوئی وقت ضائع نہیں کرتے تھے، نہ دن میں اور نہ رات میں، بلکہ ہر وقت علمی مشغلہ رہتا تھا حتی کہ راستہ میں بھی تکرار کرتے ہوئے یا مطالعہ کرتے ہوئے چلتے تھے، اور پورے دن میں صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد کھاتے تھے، اور ایک مرتبہ صبح سحری کے وقت پانی پیتے تھے، اور میوے اور پھل کھانے سے پرہیز کرتے تھے، آپ کہا کرتے تھے کہ مجھے ان کے کھانے سے ڈر ہے کہ کہیں میرے جسم میں رطوبت بڑھ نہ جائے جس کی وجہ سے نیند زیادہ آنے لگے۔ (قیمۃ الزمن)

ابن عقیلؒ کہتے ہیں: **انا اقصر بغاية جهدي أوقات أكلي حتى أختار سف الكعك وتحسيه بالماء على الخبز لأجل ما بينهما من تفاوت المضغ۔** ''میں حتی الوسع اپنے کھانے کے اوقات میں کمی کرنے کی کوشش کرتا ہوں، یہاں تک کہ میں روٹی کا چورہ پانی میں ملا کر پی لینے کو روٹی کھانے کے مقابلے میں پسند کرتا ہوں، کیوں کہ دونوں کے درمیان چبانے کا فرق ہے''۔

حضرت مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی کی جو مطالعہ گاہ تھی اس کے تین دروازے تھے، آپؒ کے والد نے تینوں دروازوں پر جوتے رکھوائے تھے، تاکہ اگر ضرورت کے لئے باہر جانا پڑے تو جوتے کے لئے ایک آدھا منٹ بھی ضائع نہ ہو۔

حضرت شیخ زکریا صاحبؒ اپنے ایک مکتوب میں کسی عزیز کو لکھتے ہیں ''میں آپ سے سچ

کہتا ہوں کہ میں چوبیس گھنٹے میں صرف ایک بار کھاتا ہوں، کیوں کہ میرے پاس وقت نہیں' اور اپنی حالت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

بسا اوقات رات دن میں ڈھائی تین گھنٹے سے زیادہ سونا نصیب نہیں ہوتا تھا، اور بلا مبالغہ کئی مرتبہ بلکہ بہت مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ روٹی کھانا یاد نہ رہا، عصر کے وقت جب ضعف معلوم ہوتا تھا تو اس وقت یاد آتا کہ دوپہر کی روٹی نہیں کھائی، اور رات کو کھانے کا معمول تو اس سے پہلے ہی چھوٹ گیا تھا، تیس پینتیس گھنٹے روٹی کھائے ہوئے گزر جاتے ہیں۔(تحفۂ وقت ۱۴۳)

ضروریات میں جو وقت صرف ہوا اس پر بھی ندامت

عثمان بن عیسیٰؒ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ہمیشہ ذکر میں مشغول رہتے تھے، لیکن غروب آفتاب کے وقت روزہ افطار کرنے میں ذکر لسانی بند کرنا پڑتا اس پر فرماتے ہیں: إِذَا كانَ وَقت غروبِ الشمسِ أَحسستُ بِروحي كَانهَا تَخرجُ لاشُتِغاله في تلك السَّاعَةِ بِالافْطَار عَنِ الذكر۔(جب غروب آفتاب کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت افطار میں مشغولی ذکر میں رکاوٹ بنتی ہے جس کی وجہ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میری روح نکل رہی ہے)۔

امام فخر الدین رازیؒ جنہوں نے اسلامی کتب خانے میں بڑی قیمتی کتابوں کا اضافہ کیا ہے فرماتے ہیں: وَاللہ انني أتاسف فِي الفَوات عَن الِاشْتِغَال بِالْعلمِ فِي وَقت الْأَكل فَان الْوَقْت وَالزمان عَزِيز۔(واللہ! بے شک مجھے کھانے کے وقت علمی مشغولیت کے فوت ہو جانے پر افسوس ہوتا ہے، اس لئے وقت اور زمانہ بڑا عزیز اور گراں قدر ہے)۔(عیون الانباء)

فن نحو کے بڑے امام خلیل احمد نحویؒ فرماتے ہیں: اثقلُ ساعاتٍ عليَّ ساعة اكل فيها (مجھ پر تمام اوقات میں سب سے زیادہ مشکل وقت وہ ہوتا ہے جب میں کھانا کھاتا ہوں)۔

ضروریات کے ساتھ بھی مشغولی

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے دادا مجد الدین ابن تیمیہؒ کو اپنے اوقات کی اتنی قدر تھی کہ جب قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء میں جاتے تو جتنی دیر بیت الخلاء میں رہتے اتنی دیر کے لئے بھی وقت کا ضائع ہونا آپ کو گوارا نہیں تھا، اور بیت الخلاء میں بیٹھ کر تو کوئی کام نہیں کیا جا سکتا اس لئے آپ نے وقت کی حفاظت کے لئے یہ صورت نکالی تھی کہ آپ کسی شاگرد سے فرما دیتے: اقرأ فِي هذَا الكتاب، وارفع صوتك حَتى أسمع. (اس کتاب میں دیکھ کر پڑھتے رہنا، اور بلند آواز سے پڑھنا تاکہ میں سن سکوں)۔ (ذیل طبقات الحنابلۃ لابن رجبؒ)

عبید بن یعیشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک اپنے ہاتھ سے کھانا نہیں کھایا میں حدیث لکھتا رہتا اور میری بہن لقمے بنا کر کھلاتی رہتی تھی، یہ معمول تیس سال تک رہا۔

امام ثعلب نحویؒ کا یہ حال تھا کہ آپ کو اگر کوئی کھانے کی دعوت دیتا تو اس شرط پر دعوت قبول کرتے تھے کہ آپ کے یہاں مطالعہ کرنے کے لئے مجھ کو جگہ دینی پڑے گی، اور جتنی دیر تمہارا کھانا تیار ہوگا میں مطالعہ کرتا رہوں گا۔ آپ کی وفات بھی اسی علمی مشغولی کی وجہ سے ہوئی، آپ راستہ چلتے ہوئے کتاب کے مطالعے میں مشغول تھے کہ ایک گھوڑے نے آپ کو ٹھوکر ماری، یہ حادثہ آپ کی موت کا سبب بنا۔ (قیمۃ الزمن عند العلماء)

حاکم شہیدؒ صاحبِ مستدرک ان کے پاس لوگ ملنے کے لئے آتے تھے تو وہ اپنی لکھائی جاری رکھتے تھے، اور اس سے کہتے تھے کہ بھئی آپ بات کرتے رہو میں آپ کی بات بھی سنتا رہوں گا، اس طرح ایک وقت میں دو کام کیا کرتے تھے۔ (خطبات فقیرؒ)

ابو حاتم رازیؒ کے صاحب زادے عبد الرحمن رازیؒ فرماتے ہیں: کبھی ایسا ہوتا کہ والد صاحب کھانا کھا رہے ہیں اور میں ان سے پڑھ رہا ہوں، وہ راستہ چل رہے ہیں اور میں ان سے

پڑھ رہا ہوں، وہ حاجت کے لئے خلا میں داخل ہو رہے ہیں اور میں ان سے پڑھ رہا ہوں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ ہم مصر میں طالب علمی کے زمانے میں ایک مرتبہ سات ماہ رہے، دن پورا کا پورا شیوخِ احادیث کی مجلس میں تقسیم تھا، دن کو پڑھتے اور رات لکھتے تھے، ایک مرتبہ ایک شیخ کے علیل ہونے کی وجہ سے تھوڑا سا وقت ملا تو مچھلی خرید کر لائے لیکن پکانے سے پہلے دوسری مجلس کا وقت ہو گیا، ہم مجلس میں شریک ہو گئے، پھر تین دن تک اسے پکانے کا موقع نہیں ملا، آخر تین دن کے بعد کچی ہی کھالی۔ (طلباء کے لئے تربیتی واقعات ۴۷)

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کی حالت

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اپنے والد ماجد حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کے بارے ''میرے والد میرے شیخ ص ۱۵۱'' میں لکھتے ہیں:

> حضرت والد صاحب کو وقت کی قدر و قیمت کا بڑا احساس تھا، اور آپ ہر وقت اپنے آپ کو کسی نہ کسی کام میں مشغول رکھتے تھے، اور حتی الامکان کوئی لمحہ فضول جانے نہیں دیتے تھے، آپ کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ آپ کے وقت کا کوئی حصہ ضائع چلا جائے۔
>
> ایک روز ہم لوگوں کو وقت کی قدر پہچاننے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ ہے تو بظاہر نا قابل ذکر سی بات، لیکن تمہیں نصیحت دلانے کے لئے کہتا ہوں کہ مجھے بے کار وقت گزارنا انتہائی شاق معلوم ہوتا ہے، انتہاء یہ کہ جب میں قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء جاتا ہوں تو وہاں بھی خالی وقت گزارنا مشکل ہوتا ہے، چنانچہ جتنی دیر بیٹھنا ہوتا ہے، اتنے اور کوئی کام تو ہو نہیں سکتا اگر لوٹا میلا کچیلا ہوتا ہے تو اسے دھو لیتا ہوں۔

حضرت مفتی اعظمؒ ایک مجلس میں ارشاد فرماتے ہیں: اس دور میں سہل پسندی اور کاہلی سے کام لے کر اپنی عمر کے قیمتی حصے کو برباد کر دیتے ہیں، یاد رکھو! ایک ایک لمحہ آپ کا قیمتی ہے، اس

کو یوں ہی نہ گزارو۔ (طلباء کے لئے تربیتی واقعات ۴۶)

فراغت کو گناہ سمجھنا

ابن عقیلؒ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ایک گھڑی بھی ضائع نہیں فرماتے تھے، آپؒ خود فرماتے ہیں کہ میں اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع کرنا جائز نہیں سمجھتا ہوں، یہاں تک کہ جب علمی مذاکروں اور مناظروں سے زبان کو فراغت مل جاتی ہے اور آنکھوں کو مطالعہ سے فرصت ملتی ہے تو اس راحت و آرام کے وقت میں لیٹے لیٹے دماغ کو تفکر و تدبر میں مشغول کر دیتا ہوں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میں جب اٹھتا ہوں تو کوئی نہ کوئی بات لکھنے کے لئے میرے ذہن میں ہوتی ہے، آپؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب میں بیس سال کا تھا اس وقت میرے اندر جو علم کی پیاس محسوس کرتا تھا آج اسّی کی دہائی میں اس سے بھی زیادہ علم کی حرص محسوس کرتا ہوں، آپؒ کا قول پہلے گذر چکا ہے کہ عقلاء کے نزدیک سب سے زیادہ قیمتی چیز وقت ہے۔ (قیمۃ الزمن)

فراغت سے تکلیف کا احساس

سحیم کا بیان ہے کہ میں عامر بن عبداللہ کے پاس جا کر بیٹھ گیا آپ اس وقت نماز میں مشغول تھے، نماز پوری کر کے میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: أرِحْني بحاجتِك فاني ابادرُ (تم جس مقصد سے آئے ہو وہ جلدی بیان کرو اور مجھے راحت دو، کیوں کہ میں آگے بڑھنا چاہتا ہوں) میں نے کہا کہ کس چیز سے آپ سبقت لے جانا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا: ملكَ الموتِ رحِمكَ اللهُ (اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائیں ملک الموت سے) میں آپ کے پاس سے اٹھ گیا اور آپ پھر سے نماز میں مشغول ہو گئے۔

عبادت کر کے بھی حسرت

انسان کے دل میں جس چیز کی جتنی قدر و قیمت ہوتی ہے اسی قدر وہ اس کا حریص ہوتا

ہے،اور جس قدر بھی حاصل ہو جائے اسے کم سمجھتا ہے،اور ہمیشہ اس کو یہی حسرت رہتی ہے کہ اگر میں اور زیادہ محنت کرتا تو اور زیادہ حاصل کرتا، دنیا کے شیدائی مال و دولت کی کسی بھی مقدار پر قناعت نہیں کرتے ، بلکہ جتنا بھی حاصل ہو جائے مزید حاصل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں،اور اپنے سے زیادہ دولت مند انسان کو نشانہ بنا کر سوچتے ہیں کہ ابھی تو مجھے اس کے برابر مالدار بننا ہے،کئی انسان ایسے دیکھے ہیں کہ اگر وہ معاش کی فکر بالکل چھوڑ دے اور اپنی زندگی دینی کاموں کے لئے وقف کر دے تب بھی پوری زندگی آرام سے اپنی ضروریات پوری کر سکتے ہیں، بلکہ ان کی جمائی ہوئی تجارت ان کی اولاد کے لئے بھی کافی ہوسکتی ہے،لیکن اس کے باوجود ہمیشہ تجارت میں ترقی اور اضافے کی تدبیریں کرتے رہتے ہیں، ہمیشہ اسی منصوبے میں دماغ دوڑتا رہتا ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کے شیدائی ہیں اس کی قدر و منزلت نے دل و دماغ پر قبضہ جمایا ہے۔

ٹھیک یہی حالت انسان کی وقت کے متعلق بھی ہو جاتی ہے جب وقت کی قدر و قیمت اس کے دل میں جانشیں ہو جاتی ہے،تو پھر اس کو عبادت میں صرف کرنے کے باوجود اپنی حالت پر ندامت کرتا ہے کہ میں نے محنت میں کوتاہی کر لی ،کاش میں مزید محنت کرتا تو اور آگے بڑھتا، پھر یہی احساس انسان کو ایک پل بھی غافل ہونے نہیں دیتا۔

حضرت ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یزیدؒ سے زیادہ جاگنے والا اور لمبا قیام کرنے والا نہیں دیکھا،آپؒ اتنا روتے تھے کہ آنسوں بہنے کی جگہ نشانات پڑ گئے تھے،آپؒ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ رونے سے نہیں اکتاتے ؟ آپؒ نے فرمایا: میں تو چاہتا ہوں کہ اتنا روؤں کہ آنسوں کی جگہ خون بہنے لگے، پھر اتنا روؤں کہ خون کی جگہ پیپ بہنے لگے،اشعث بن سوار کہتے ہیں کہ حضرت یزید رقاشیؒ نے چالیس سال روزے رکھے،اتنا سب کچھ کرنے کے بعد بھی آپؒ فرمایا کرتے تھے: **سَبقَني العابدُونَ وقُطعَ بي وَالهفَاه** (ہائے افسوس! عبادت گزار مجھ سے

آگے بڑھ گئے، اور میں پیچھے رہ گیا)، آپؒ حسرت کے ساتھ اپنے نفس سے خطاب کر کے کہتے تھے: اے یزید تجھ پر افسوس ہے، کون ہے جو موت کے بعد تیری طرف سے نماز پڑھے گا؟ کون ہے جو موت کے بعد تیری طرف سے روزہ رکھے گا؟ کون ہے جو موت کے بعد تیری طرف سے تیرے رب کو راضی کرے گا؟ (صفۃ الصفوہ، العاقبہ)

حضرت ثابت بنانیؒ ہر رات تین سو رکعات پڑھا کرتے تھے، پھر بھی جب صبح ہوتی تو یہ فرماتے تھے: **مَضی العَابدُونَ و انقطعَ بي و الهفاه** ''عابدین تو راستہ پار کر گئے اور میں پیچھے رہ گیا، بڑا افسوس ہے''۔

حضرت رحلہ عابدہؒ کی عجیب بات

حضرت رحلہ عابدہؒ کے پاس چند علماء گئے تاکہ ان کو نفس پر نرمی کرنے کے متعلق سمجھائے، جب انہوں نے ان سے نرمی کی درخواست کی تو آپؒ نے فرمایا:

مالي وللرِفقِ بهَا، إنماهيَ ايامُ المبادرةِ، فمنْ فاتهُ اليومَ شيءٌ لمْ يدركهُ غدًا، واللهِ يا إخوتاه لاصلِين للهِ ما اَقلّتْني جوارحي، ولاصومنّ لهُ اَيامَ حياتي، وَلأبكين لهُ ما حملتِ الماءَ عيني۔

''میرا نفس پر نرمی سے کیا تعلق؟ یہ تو آگے بڑھنے کے دن ہیں، آج اگر کسی سے کوئی عمل فوت ہو گیا وہ کل اس کی کمی کو پورا نہیں کر سکے گا، برادران من! واللہ جب تک میرے اعضاء مجھے اٹھائے رکھیں گے ضرور بالضرور میں اللہ کے لئے نماز پڑھتی رہوں گی، اور میری زندگی کے دنوں میں اسی ذات کے لئے ضرور بالضرور روزے رکھوں گی، اور جب تک میری آنکھوں میں آنسوؤں کا ذخیرہ رہے گا اسی پاک ذات کے لئے روتی رہوں گی''۔

پھر آپ نے ان لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو اپنے

غلام کو کسی بات کا حکم کرے، پھر یہ چاہے کہ وہ اس میں کوتاہی کرے (بلکہ ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ میرا حکم اچھی طرح پورا کرے اسی طرح اللہ تعالی کو بھی یہی پسند ہے کہ میرے بندے میرے احکامات کی بجا آوری میں اور میری عبادت میں چستی سے کام لیں)۔

مشغولی کی نرالی مثال

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سری سقطیؒ ہمیشہ اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے، حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سریؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر میرے معمولات میں سے کوئی معمول کسی عذر سے چھوٹ جاتا ہے تو میں بعد میں اس معمول کو پورا نہیں کر سکتا ہوں (معمولات کی کثرت کی وجہ سے فوت شدہ معمول کو پورا کرنے کے لئے وقت ہی نہیں ملتا تھا)۔

یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ شب و روز میں ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہوتا ہو، واقعی اپنا نصیب تو ان حضرات ہی نے چمکایا، دنیا سے وہ چلے گئے اور ان کے وہ معاصرین بھی جنہوں نے عیش و عشرت اور لہو و لعب کے لئے اپنی زندگی کو قربان کر دیا، لیکن کل قیامت میں دونوں کے درمیان مشرق و مغرب کا فرق ہوگا، یہ فرحت و سرور کی انتہاء کو پہنچے ہوں گے اور وہ حسرت و ندامت سے خود اپنے وجود سے نفرت کرتے ہوں گے۔

حضرت عثمان بن عیسی باقلانیؒ اور وقت کی قدر

ابو محمد بن محمد العباسیؒ کہتے ہیں کہ میں ایک دن میرے ماموں کے ساتھ عثمان بن عیسی باقلانیؒ کی صحبت میں رہا، وہ مسجد سے اپنے گھر کی طرف جارہے تھے اس حال میں ہم ان سے ملے، آپ اس وقت تسبیح پڑھ رہے تھے، میرے ماموں نے ان سے کہا کہ آپ میرے لئے دعا فرما دیجئے، آپ نے فرمایا کہ ابو عبداللہ! آپ نے مجھے مشغول کر دیا، آپ بھی اس کام میں مشغول ہو جاؤ جو آپ میرے اندر گمان کر رہے ہو، اور آپ میرے لئے دعا کرو، پھر میں نے حضرت سے

عرض کیا کہ آپ میرے لئے دعا فرما دیجئے، تو آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اللہ آپ کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمائیں، میں نے مزید دعا کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا: **الزمانُ یَذھب وَالصحائفُ تُختمُ**۔ (زمانہ نکلتا جا رہا ہے، اور اعمال ناموں پر مہر لگائی جا رہی ہے)۔

اس سے زیادہ فرصت نہیں

حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتیؒ کو تحصیل علم میں اتنا انہماک تھا کہ زمانۂ طالب علمی میں اگر کوئی ہم عمر یا عزیز دہلی ملاقات کے لئے جاتا تو اس سے السلام علیکم یا سرسری ملاقات کے بعد صاف طور پر فرما دیتے کہ اس سے زیادہ فرصت نہیں، جب اللہ تعالیٰ بامراد ملائے گا اس وقت ملیں گے۔ (طلباء کے لئے تربیتی واقعات ۴۴)

مجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ

حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ جب شاہ عبدالغنیؒ کے پاس پڑھتے تھے اس وقت جہاں کھانا مقرر تھا وہاں آتے جاتے راستہ میں ایک مجذوب ہوا کرتے، ایک دن کہا کہ میں تجھے سونا بنانے کا نسخہ بتاتا ہوں، کسی وقت میرے پاس آجانا، آپؒ نے حاضری کا وعدہ فرمایا مگر پڑھنے لکھنے میں انہماک کی وجہ سے بعد میں یاد ہی نہیں رہا، دوسرے دن مجذوب نے پھر یاددہانی کی، آپؒ نے کہا پڑھنے سے فرصت نہیں، جمعہ کے دن کوئی وقت نکال کر آؤں گا، جمعہ آیا تو مطالعہ میں مشغولیت کی وجہ سے یاد نہیں رہا، مجذوب پھر ملے، کہا کہ تم حسب وعدہ نہیں آئے، آپؒ نے بھولنے کا عذر کیا اور آئندہ جمعہ کا وعدہ کیا، لیکن مطالعہ میں مصروفیت کی وجہ سے جمعہ کے دن یاد ہی نہیں رہتا تھا، اسی طرح کئی جمعے گزر گئے، آخر ایک جمعہ کو مجذوب خود آپؒ کے پاس آئے، اور سونا بنانے کا طریقہ سکھایا، اور سونا بنا کر بھی دکھایا، اور وہ سونا آپؒ کو دے کر کہنے لگے، یہ بیچ کر اپنے کام میں لانا، لیکن آپؒ کو کتاب کے مطالعہ سے اتنی فرصت بھی نہ تھی کہ وہ سونا بازار جا کر بیچتے، پھر

ایک دن مجذوب نے خود جا کر وہ سونا بیچا اور اس کی رقم لا کر آپؒ کو دی۔(ایضا ۵۲ تغیر کے ساتھ)

حضرت تھانویؒ کی گھڑی پر نظر

حضرت ڈاکٹر عبدالحئیؒ اپنے شیخ حضرت تھانویؒ کے متعلق فرماتے ہیں:

حضرتؒ کو وقت کی بڑی قدر تھی، معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت ہی میں وقت کی اہمیت کو مضمر کر دیا تھا، وقت کے ایک ایک لمحے کو صحیح اور برمحل استعمال کرنے کا اس قدر اہتمام تھا کہ ہر وقت ان کی نظر گھڑی پر رہتی تھی، اور نہایت ہی سہولت اور بے تکلفی سے نظام الاوقات کے تحت ہر کام کو انجام دیتے تھے۔(متاع وقت ۹۵)

حضرت تھانویؒ مرض الموت میں تھے، طبیبوں نے آپ کو بات کرنے سے منع کر دیا تھا، اس وقت بھی آپؒ بعض اصحاب کو باری باری بلاتے اور ان کو کوئی کام یا کوئی ذمہ داری سپرد فرماتے، آپ سے عرض کیا گیا کہ طبیبوں کے منع کرنے پر بھی آپ لوگوں سے باتیں کرتے رہتے ہیں، آپؒ نے فرمایا بات تو تم ٹھیک کہتے ہو، لیکن میں یہ سوچتا ہوں کہ وہ لمحات زندگی کس کام کے جو کسی کی خدمت میں صرف نہ ہو، اگر کسی کی خدمت کے اندر عمر گذر جائے تو یہ خدا کی نعمت ہے۔

حضرتؒ خود فرماتے ہیں کہ مجھے انضباط اوقات کا بچپن ہی سے بہت اہتمام ہے، جو اس وقت سے لے کر اب تک بدستور موجود ہے، میں ایک لمحہ بھی بیکار رہنا برداشت نہیں کرتا۔

حضرت میاں جی نور محمدؒ اور وقت کی قدر

حضرت میاں جی نور محمدؒ جھنجانوی کا یہ حال تھا کہ جب بازار میں کوئی چیز خریدنے جاتے تو ہاتھ میں پیسوں کی تھیلی ہوتی، اور چیز خریدنے کے بعد خود پیسے گن کر دکاندار کو نہیں دیتے تھے، بلکہ پیسوں کی تھیلی اس کے سامنے رکھ دیتے، اور اس سے کہتے کہ تم خود اس میں سے پیسے نکال لو، اس لئے کہ اگر میں نکالوں گا اور اس کو گنوں گا تو وقت لگے گا، اتنی دیر میں سبحان اللہ کئی مرتبہ کہہ لوں گا۔

حضرت فقیہ الامت اور وقت کی قدر

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں بھی حفاظت اوقات کا بڑا اہتمام تھا، حتی کہ کھانا کھاتے ہوئے بھی کتابیں پڑھایا کرتے تھے، چوبیس گھنٹے کی زندگی مشین کی طرح متحرک رہتی تھی۔ کوئی وقت بھی بیکار نہیں جاتا تھا۔

ایک مرتبہ مغرب کے بعد ایک طالب علم حاضر خدمت ہوئے، حضرت اس وقت کھانا تناول فرمارہے تھے، وہ سلام کرکے خاموش گردن جھکا کر بیٹھ گئے، حضرت نے فرمایا نور اللہ! کیا خاموش بیٹھے ہو؟ عرض کیا جی نہیں حضرت! قرآن شریف پڑھ رہا ہوں تو فرمایا ہاں! وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ (ماہنامہ دار العلوم، رجب ۱۴۲۷ھ)

اسلاف کی محنت

سلف صالحین کے واقعات سے کتابوں کے صفحات مزین ہیں، انہوں نے عبادت میں اور اللہ کو راضی کرنے والے اعمال میں ایسی محنتیں کیں کہ آج ہم اس کی تمنا بھی نہیں کرسکتے، حضرت سعید بن مسیبؒ نے پچاس سال عشاء کے وضوء سے فجر پڑھی، اور دن میں مسلسل روزے رکھتے تھے، عامر بن عبد قیسؒ پورا دن نماز میں اور درس دینے میں نکال دیتے تھے، حضرت عمیر بن ہانی ہر روز ایک لاکھ مرتبہ تسبیح پڑھتے تھے، حضرت کرزؒ ایک دن میں تین قرآن ختم کرتے تھے، منصور بن معتمرؒ نے چالیس سال تک روزے رکھے، دن میں روزہ رکھتے، اور رات میں نوافل میں مشغول ہوتے، ابوبکر بن عیاشؒ نے اپنی زندگی میں اٹھارہ ہزار سے زائد قرآن ختم کئے ہیں، اسلاف میں کتنے علماء ایسے ہیں جو تصانیف کی اتنی بڑی تعداد چھوڑ کر گئے ہیں کہ عقلیں حیران ہیں، وہ حضرات جو علمی ورثہ چھوڑ کر گئے ہیں ہم اپنی زندگی میں آسانی سے مکمل پڑھ بھی نہیں سکتے، علاقۂ پالن پور گجرات کے تبلیغی ذمہ دار مرحوم یوسف بھائیؒ (چنگواڑا والے) کے متعلق ایک معتبر معتمد عالم دین

اور ولیٔ کامل نے کہا تھا کہ مرحوم تقریبا پچاس سال کی عمر میں اتنا کام کر گئے کہ عام آدمی اس کو دوسو سال میں کر سکتا ہے علامہ صدیق احمد صاحب کشمیری اپنی طالب علمی کے زمانے میں صرف روٹی لیتے تھے، سالن نہ لیتے تھے، روٹی جیب میں رکھ لیتے تھے، جب موقع ہوتا کھالیتے اور فرماتے روٹی سالن کے ساتھ کھانے میں مطالعہ کا نقصان ہوتا ہے، قاری صدیق صاحبؒ باندوی کے یہاں بھی اوقات کا بڑا اہتمام تھا، ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مشغول رہتے تھے۔

غیروں کی قدردانی

مغربی ممالک میں وقت کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے، اور اس کو کام میں لگانے کی پوری کوشش کرتے ہیں، اور وقت کو ضائع ہونے سے بچاتے ہیں، اسی وجہ سے وہ اپنے میدان میں بہت ہی زیادہ ترقی کر گئے، اگر چہ روحانیت سے بے پرواہی، مذہب سے دوری اور خدا بیزاری نے سکون وچین کا نام ونشان ختم کر دیا ہے اور بہت سی اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں کو جنم دیا ہے لیکن اس بات کا اقرار کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ انہوں نے مادہ کو اپنی محنت کا محور بنا کر اس کی مخفی طاقتوں اور صلاحیتوں کو ظاہر کیا، یقینا وہ اپنے میدان میں بہت دور پہنچ چکے ہیں، یہ سب وقت کی حفاظت اور اس کو کام میں لگانے کا کرشمہ ہے، ان کے یہاں وقت کو صحیح استعمال کرنے اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی تعلیم کے لئے مستقل کورس ہے جس میں پیسے دے کر لوگ داخلہ لیتے ہیں۔

انہوں نے وقت کی قیمت کا یہاں تک احساس کیا کہ خود تو اپنے اوقات کی حفاظت کی، لیکن دوسری طرف اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے دوسری اقوام کے اوقات کو ضائع کرنے اور فضول کاموں میں برباد کرنے کو ضروری سمجھا، اور دیگر اقوام کے اوقات ضائع کرنے کے منصوبے بنا کر اپنے مقاصد میں کامیابی کو یقینی بنانے کی فکر کی، تحفۂ وقت کے مصنف لکھتے ہیں:

ہم خواہ اس بات کو تسلیم کریں یا نہ کریں، لیکن یہ ایک پختہ حقیقت اور ٹھوس سچائی ہے

کہ موجودہ دور میں نوجوانوں کے اوقات ضائع کرنے میں ساٹھ فیصد حصہ عالمی یہودی اور عیسائی سازشوں کا ہے، ہمارے دشمن یہود و نصاری نے وقت کی اہمیت کا خوب اندازہ لگایا، اور اسے اپنے ذاتی مفادات کے لئے استعمال کرنے، اور باقی امتوں کو اس اہمیت سے بیگانہ اور دور رکھنے کے لئے سازشیں کیں۔

یہودیوں کی ''پروٹوکول'' نامی ایک کتاب ہے جس میں انہوں نے مستقبل میں عالمی استعمار کی منصوبہ بندی کی ہے، پورے عالم اور تمام اقوام عالم پر غلبہ حاصل کرنے اور دنیا کو اپنا غلام بنانے کے لئے جو منصوبہ تیار کیا گیا ہے اس میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ لوگوں کو کھیل تماشے اور دیگر تفریحی پروگرام میں اور فضولیات میں مشغول کر دیا جائے، جب لوگ فضولیات میں مشغول ہو کر اپنے اوقات کو ضائع کرنے میں لگ جائیں اس وقت ہم اپنے مقصد کی طرف بڑھتے رہیں، اور جب وہ بیدار ہوں گے اس وقت ہم بہت آگے نکل چکے ہوں گے۔ (ماخوذ از تحفۂ وقت ۱۶۶)

فرصت زندگی کی قدر کیجئے

اپنے ضمیر کو حرکت دیجئے، اپنی آنکھیں کھولئے، غفلت کی چادر چاک کیجئے، عقل وخرد بیدار کیجئے، اپنے پروں کو پھڑ پھڑائیے، پرواز کا عزم وحوصلہ پیدا کیجئے، دیکھئے! زندگی کا پانی گھٹ رہا ہے، ہر دن تیزی سے نکل رہا ہے، موت گھات میں بیٹھی ہے، ادھر ادھر کہیں چھپی ہوئی ہے، موقع پاتے ہی حملہ کے لئے تیار ہے، اس سے پہلے جو بھی موقع مل گیا اس سے نفع اٹھا لیجئے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ جو وقت کو ضائع کرتا ہے اسے وقت ضائع کر دیتا ہے، جو زمانۂ حال کو برباد کرے گا مستقبل اس کے بربادی کے فیصلہ کر دے گا، زندگی کا ایک ایک لمحہ انمول ہے، شعر:

نگہداشت فرصت کہ عالَم دمے است * دمے پیش عالم بہ از عالَمے است

حقیقت شناس انسان اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کو کام میں لگاتا ہے۔

نہ کر عمر کی اک بھی ضائع گھڑی * کہ ٹوٹی لڑی جب کہ چھوٹی کڑی
گنوائے گا عاقل نہ بے کار دن * کہ انسان کی ہے زندگی چار دن

ہمیں آج زندگی کی فرصت میسر ہے، جس طرح انسان سونے چاندی اور جواہرات کا استعمال کرتا ہے اسی طرح زندگی کے لمحات بھی استعمال کیجئے، کسی چیز کو خریدنے کے لئے انسان سو روپئے کی جگہ دوسو روپئے خرچ نہیں کردیتا، بلکہ دس روپئے بھی زائد دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا، ہزاروں کی قیمت کی کوئی چیز خرید لیتا ہے لیکن اس میں بھی سو روپئے بچانے کی فکر کرتا ہے، اور بیچنے والے شخص سے سو روپئے کم قیمت لگانے کی ضد کرتا رہتا ہے، آپ وقت کو اسی طرح استعمال کیجئے، جو کام آپ کے دس منٹ مانگ رہا ہو اس کو دس منٹ ہی دیجئے، دس منٹ کا کام بیس منٹ میں پورا کرنے سے وقت کا نقصان ہو جائے گا، پھر بچا ہوا وقت کسی مفید و کارآمد مشغولی میں لگائیے۔

فقط ذوق پرواز ہے زندگی

زندگی جہد مسلسل اور جستجوئے منزل کا نام ہے، تقاضائے خود افزائی اور احساس سود وزیاں سے عبارت ہے، سوز جگر، آرزوئے نشو ونما اور مستیٔ کردار ہی زندگی کی حقیقت ہے، حرارت و حرکت زندگی کی علامت ہے، علامہ اقبال کا سحر آفرین اور مست کردینے والا کلام ملاحظہ کیجئے:

فریب نظر ہے سکون وثبات ✻ تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات
ٹھہرتا نہیں کاروان وجود ✻ کہ ہر لحظہ ہے تازہ شان وجود
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی ✻ فقط ذوق پرواز ہے زندگی
سفر زندگی کے لئے برگ وساز ✻ سفر ہے حقیقت حضر ہے مجاز

اگر ذوق سفر اور سوز جگر نہیں تو محض رگوں میں گردش خوں سے کیا حاصل؟

ہر ایک مقام سے آگے مقام ہے تیرا ✻ حیات ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں

رگوں میں گردش خون ہے اگر تو کیا حاصل ✿ حیات سوز جگر کے سوا کچھ اور نہیں
گراں بہا تو حفظ خودی سے ہے ورنہ ✿ گہر میں آب گہر کے سوا کچھ اور نہیں

عربی اشعار

اصحاب ذوق کی خدمت میں ترغیبی اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

فدع الصبا فلقد عداك زمانه ✿ وازهد فعمرك مر منه الأطيب
ذهب الشباب فما له من عودة ✿ وأتى المشيب فأين منه المهرب
دع عنك ما قد كان في زمن الصبا ✿ واذكر ذنوبك وابكها يا مذنب
واذكر مناقشة الحساب فإنه ✿ لا بد يحصي ما جنيت ويكتب
لم ينسه الملكان حين نسيته ✿ بل أثبتاه وأنت لاه تلعب
والروح فيك وديعة أودعتها ✿ ستردها بالرغم منك وتسلب
وغرور دنياك التي تسعى لها ✿ دار حقيقتها متاع يذهب
والليل فاعلم والنهار كلاهما ✿ أنفاسنا فيها تعد وتحسب
وجميع ما خلفته وجمعته ✿ حقا يقينا بعد موتك ينهب
تبا لدار لا يدوم نعيمها ✿ ومشيدها عما قليل يخرب
لا تأمن الدهر الخؤون فإنه ✿ ما زال قدما للرجال يؤدب
وعواقب الأيام في غصاتها ✿ مضض يذل له الأعز الأنجب
فعليك تقوى الله فالزمها تفز ✿ إن التقي هو البهي الأهيب
واعمل بطاعته تنل منه الرضا ✿ إن المطيع له لديه مقرب
فلقد نصحتك إن قبلت نصيحتي ✿ فالنصح أغلى ما يباع ويوهب

بقدرِ ہمت اہداف کا تعین

''زندگی کی قدر'' یہ ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنی میں بہت ہی گنجائش اور وسعت ہے، جن افراد پر وہ صادق آتا ہے ان میں باہم اتنا تفاوت ہے جتنا زمین وآسمان میں، اور اتنی دوری ہے جتنی مشرق ومغرب میں، اصطلاحی زبان میں کلی مشکک ہی کہہ دیجئے، جیسے سفیدی ایک حقیقت ہے لیکن اس کے افراد میں واضح فرق ہوتا ہے، جیسے ایک کیلو سونا بھی سونا ہے، اور ایک ٹن سونا بھی سونا ہے، لیکن دونوں کی مالیت میں فرق کسی سے مخفی نہیں ہے، یا یوں سمجھئے کہ لوہا بھی ایک دھات ہے، سونا بھی ایک دھات ہے لیکن اگر کسی کے سامنے دونوں چیزیں رکھی جائے اور کسی ایک کے لینے کا اختیار دیا جائے تو کیا وہ یہ کہہ کر لوہے پر قناعت کرے گا کہ یہ بھی تو ایک دھات ہے، پنچگانہ فرائض کا باجماعت اور سنن ونوافل کے ساتھ اہتمام کرنا، ان کے بعد تسبیحات کی پابندی کرنا، دن میں ایک پارہ تلاوت کرنا، اور صبح وشام کی تسبیحات مکمل کرنا، یہ مجموعہ بھی ''زندگی کی قدر'' میں شامل ہے، اور ''زندگی کی قدر'' میں یہ بھی شامل ہے کہ مذکورہ بالا عبادتوں کے ساتھ تہجد، اوابین، اشراق اور چاشت کا اہتمام کرنا، دن میں تین پارے تلاوت کرنا، تعلیم وتعلم میں، تربیت وتزکیہ میں بھی کچھ وقت لگانا، اور ''زندگی کی قدر'' کا ایک فرد یہ بھی ہے کہ پورے دن دل ودماغ میں عبادت، آخرت کی فکر اور رضائے الٰہی کی طلب کے خیالات گردش کرتے ہوں، ایک عمل سے فارغ ہو کر دوسرا عمل شروع کر دیا، نماز سے فراغت پا کر تلاوت، اس سے فارغ ہو کر اذکار، ان کو مکمل کر کے قرآن وحدیث اور شریعت وسنت کی تحصیل اور فہم میں مشغول ہو گیا، رات کو ذرا لمبا ہوا تو اس لئے کہ اخیر رات میں اچھی طرح عبادت ہو، اللہ کے سامنے قیام میں شوق وذوق باقی رہے، کھانا کھایا تو اسی لئے کہ عبادت وبندگی کے حقوق کی ادائیگی ممکن ہو، یہ تمام صورتیں ''زندگی کی قدر'' میں شامل ہیں۔

جب لوگوں میں ''زندگی کی قدر'' کا جذبہ بیدار ہوتا ہے یا بیدار کیا جاتا ہے اس وقت اپنی

منزل متعین کرنے میں ہمت کا بڑا دخل ہوتا ہے، ہمت پست ہوتی ہے تو معمولی اعمال کی بجا آوری سے دل کو سکون مل جاتا ہے، اور جو اس سے کچھ بلند ہے وہ اپنی بلندی کے حساب سے اعمال میں اضافہ کرتا ہے، اور اس حد تک پہنچنے کے بعد مطمئن ہو جاتا ہے، کسی کو چند نوافل اور کچھ حصہ تلاوت کا متعین کر کے قرار آ گیا، کسی کو تہجد پڑھ کر سکون مل گیا، تو کوئی دن بھر کے نوافل اور مسنون اوراد کی بجا آوری پر مسرور ہو گیا، لیکن یہ محدود ہمتوں کا حال ہے، جو محدود اعمال پر قناعت کر لیتی ہیں، جب ان کے سامنے آخرت کی تیاری کی یا جنت کی طرف دوڑ لگانے کی بات آتی ہے تو ان کا ضمیر حرکت میں نہیں آتا، ان کے اندر سے جواب آتا ہے کہ الحمد للہ ہم اس سے غافل نہیں ہے، ایسے لوگوں کو جنت کے بلند درجات اور قرب الٰہی کے اعلیٰ مقامات کی طرف مسابقت کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، ان بلند مقامات کے الطاف وانوارات، عجائب وبرکات کا تذکرہ انہیں اس راستے پر نہیں ڈالتا جس سے منزل تک رسائی حاصل ہو، وہ صرف تمناؤں اور سرسری دعاؤں سے ہی ان تذکروں کا حق ادا کر دیتے ہیں، یہ سب اس لئے کہ ہمت میں کوتاہی ہے، ان کی ہمت میں وہ وسعت و طاقت اور بلندی نہیں ہے جس سے آفاق گیری کے ولولے پیدا ہو، اور ایک بہت بڑا ہدف طے کر کے اس کی طرف دوڑ لگانے کی کوشش ہو۔

عالی ہمتی اور بلند حوصلگی جس کو نصیب ہو جاتی ہے اس میں گویا جذبات کا ایک ایسا بحر متلاطم پنہا ہوتا ہے جو ہر چیز پر چھا جانے لئے بے قرار ہو، وہ جس منزل پر پہنچتا ہے **ھل من مزید** کا نعرہ لگاتا ہے، کسی بلند سے بلند منزل تک پہنچنے کے باوجود اس کا ضمیر اس کو جھنجھوڑ کر کہتا ہے

خودی کی یہ ہے منزل اولیں ✻ مسافر! یہ تیرا نشیمن نہیں
بڑھے جا یہ کوہِ گراں توڑ کر ✻ طلسم زمان و مکاں توڑ کر

یہ وہ نہیں جو ایک دو قطرے پی کر نشے میں آ جاتی ہے، چند اعمال پر نظر جانے لگتی ہے، بلکہ اس کی

شان یہ ہوتی ہے کہ سمندر پی کر بھی پیاس نہیں بجھتی، بے قراری کا یہ عالم کہ پورے دن کی مشغولی بھی اس کی بے چینی کو تسکین کا سامان فراہم نہیں کر سکتی۔

''زندگی کی قدر'' کے لئے ہم جس منزل کا انتخاب کریں اس میں اپنی علوّ ہمت کا ثبوت دیں، کیوں کہ معمولی منزل پر قناعت کرنا، چند قطروں سے مست ہو جانا، تھوڑے بہت اعمال پر مطمئن ہو جانا اپنی موجودہ حالت پر قرار آ جانا جواں مردوں کے لئے عار ہے۔

قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر　چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں
تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا　تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا　کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

بہترین نمونہ

ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مناسب کونسا نمونہ ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلند ہمتی اور اللہ تعالی کی تعلیم دیکھئے، اللہ تعالی نے اپنے پیارے رسول کو حکم فرمایا:

فاذا فرغت فانصب والی ربك فارغب۔

''پس جب آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کیجئے، اور اپنے رب کی طرف رغبت کیجئے''۔

دعوت وتبلیغ کے فرائض اور رسالت کی ذمہ داریاں کچھ کم نہ تھیں، پورے دن کی فکری اور عملی توتیں بندگان خدا کو راہ راست پر لانے اور ان کو شریعت کے مزاج و مذاق سے واقف کرنے اور تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کی راہ میں پیش آنے والے موانع کو رفع دفع کرنے کے لئے لگتی تھیں، ایک بالکل جاہل بلکہ انسانیت سے بھی عاری قوم کو ایک سماوی دین کا علمبردار بنانا اور دیگر قوموں کے لئے ایک مکمل اور معیاری نمونہ تیار کرنا جس مشقت اور مجاہدے کا متقاضی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، اس قدر مشقت اور تکان کے باوجود اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ

دعوت وتبلیغ کی ذمہ داریوں سے فارغ ہوکر آرام کا خیال خاطر میں نہ لائیے، بلکہ آپ باقی اوقات میں دوسری عبادات میں مشغول ہوکر اپنے آپ کو تھکائیں، اور کب تک اور کتنا تھکانا ہے اس کی کوئی حد نہیں بتائی ہے بلکہ فرمایا کہ اپنا ہدف قرب الٰہی کو بنایئے، اور جس طرح قرب الٰہی کے درجات کی کہیں انتہا نہیں آپ کے جد وجہد اور محنت ومشقت کی بھی کوئی انتہا نہیں ہونی چاہئے، بلکہ ہر منزل پر پہنچ کر اگلی منزل تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش میں لگنا چاہئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر عمل کر کے دکھایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کو اتنا تھکاتے اور اتنا طویل قیام فرماتے کہ پاؤں مبارک متورم ہوجاتے، کبھی آرام فرمانے کے لئے بستر پر تشریف لے جاتے، لیکن پھر بے قرار ہوکر اٹھ جاتے اور مصلی پر اپنے رب کے سامنے راز ونیاز میں مشغول ہوجاتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ اس قدر کیوں مشقت اٹھاتے ہیں جب کہ اللہ تعالی نے آپ کی مغفرت کا اعلان فرمادیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین کو بھی چاہئے کہ آپ کی سیرت کو اختیار کرتے ہوئے فرصت کے اوقات میں عبادت اور آخرت کی تیاری میں خود کو تھکائیں، تھکانے کا مطلب یہ ہے کہ چند اعمال پر قناعت نہ کریں، بلکہ جب تک تھکن کا احساس نہ ہو وہاں تک بلند مراتبِ قرب کی طرف رغبت کرنے سے عاجز نہیں ہونا چاہئے۔

مسارعت ومسابقت

زندگی میدان عمل ہے، اس میں اللہ کی طرف دوڑ لگانی چاہئے، قرب الٰہی کے مراتب لامحدود ہیں، اور زندگی محدود اور مختصر ہے، اس مختصر زندگی میں جس نے تیز رفتاری سے مسافت قطع کی وہ اعلی مراتب تک ترقی کرے گا، جنت کی نعمتوں کے لئے اور اس کے بلند درجات کے لئے جس قدر بھی حرص کی جائے کم ہے، اللہ تعالی اپنے بندوں کو ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ آل عمران: ۱۳۳

اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو (خدا سے) ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ﴾ الحدید: ۲۱

تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو، اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے (یعنی اس سے کم کی نفی ہے زیادہ کی نفی نہیں)۔

جنت کی طرف دوڑ لگانے والے، امور آخرت میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنے والے اللہ کے پیارے ہیں، اللہ تعالی ان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰۗىِٕكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ الواقعة

''اور جو سبقت لے جانے والے ہیں وہ تو ہیں ہی سبقت لے جانے والے، وہی ہیں جو اللہ کے خاص مقرب بندے ہیں، وہ نعمتوں کے باغات میں ہوں گے، ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا، اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے''۔

﴿اُولٰۗىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ﴾ المؤمنون ۶۱

''یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی اُن کے لئے آگے نکلنے والے ہیں''۔

قرآن کریم نے جنت کے درجات اور ان کی عمدہ نعمتوں کا ذکر کھول کھول کر بیان کیا ہے، مقصد صرف یہ ہے کہ انسان اس کی طرف دوڑ لگائے، اس کی طرف سبقت کرے، بے شک و

شبہ جنت ہی اس لائق ہے کہ اس کے لئے دوڑ لگائی جائے، اس کی طرف آگے بڑھنے کی حرص کی جائے، اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کو بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے:

﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾

''اور اسی میں حرص کرنے والوں کو حرص ورغبت کرنی چاہئے''

پس نیک اعمال کی طرف دوڑنا، اللہ کی خوشنودی والے کاموں کی طرف لپکنا اور ان میں رغبت کرنا اپنی زندگی کا مقصود بنا دینا چاہئے، اللہ تعالیٰ کے حکم ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور سستی وکاہلی اور غفلت وخدا فرموشی سے اپنا دامن زندگی کو بچانا چاہئے، حضرت تھانویؒ ایک وعظ میں فرماتے ہیں: صاحبو! وطن جا رہے ہو اور اتنی سست رفتار کہ بیٹھ بیٹھ کر چل رہے ہو، صاحبو! سستی نہ کرو، تیزی کے ساتھ چلو، تمہارا اصلی وطن آگے ہے، تم دنیا میں کہاں پھنسے رہ گئے اس کے ساتھ کیوں دل لگایا۔ (انفاسِ عیسیٰ)

اسلام کا حسن

آدمی کے اسلام کو حسن وکمال تک پہنچانے والی ایک چیز لایعنی کو ترک کرنا ہے، جب کوئی بندہ لغو اعمال وافعال، افکار وخیالات اور بے فائدہ حرکات سے اعراض کرتا ہے تب ہی وہ کامل مومن شمار ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **من حسن اسلام المرأ ترکه مالا یعنیه۔** (مشکوۃ) ''آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس میں اس کو (دینی یا دنیوی) کوئی فائدہ نہیں ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے کامیاب مومن کی صفات میں فرمایا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ○الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ○
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ (المؤمنون)

''بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے، جو نماز میں عجز ونیاز کرتے ہیں، اور جو بیہودہ

باتوں سے منہ موڑے رہتے ہیں“۔

لغویات میں وہ تمام اعمال واقوال اور خیالات وتفکرات شامل ہیں جن میں نہ کوئی دینی فائدہ ہواور نہ دنیوی، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ لغواس کام کواور ایسی بات کو کہتے ہیں کہ اگر وہ کام نہ کیا جائے یا وہ بات نہ کہی جائے تو کوئی گناہ نہ ہو، اوراس کو فی الحال یا مستقبل میں کوئی نقصان نہ ہو، جیسے کسی نے سفر کیا، اور سفر کے بعد دوستوں کی مجلس میں بیٹھ کر سفر میں جو کچھ دیکھا حسین پہاڑ، دلکش نہریں، کھانے پینے اور پہننے کی نئی چیزیں بیان کرنے لگا، تو یہ باتیں ایسی ہیں کہ اگر یہ بیان نہ کی جاتیں تب بھی کوئی نقصان ہونے والا نہیں تھا، اس لئے یہ لغو کام ہے، اور وقت کی بربادی ہے، اگر اس وقت کو تسبیح یا کسی ذکر میں صرف کرتا تو جنت میں لمبے اونچے درخت اور خوبصورت صاف شفاف محلات تیار ہوتے۔ (ماخوذ از مرقاۃ)

اگر فرصت سے اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے تو لا یعنی مشاغل کے بہ جائے کوئی کارآمد مشغلہ تلاش کرنا چاہئے، سب سے بہترین مشغلہ عبادت ہے جو کہ انسان کا مقصد حیات ہے، حضرت عمار بن یاسرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے: **كفى بالعبادةِ شغلًا (المقاصد الحسنة)** ”مشغولی کے لئے عبادت کافی ہے“۔

بدنما داغ

جہاں مقاصد جلیلہ کی طرف توجہ کرنا انسانیت کے لئے ایک کمال ہے کیوں کہ وہ بلند ہمتی کا نتیجہ ہوتا ہے، وہیں معمولی مقاصد میں کھوجانا آدمیت کے لئے ایک بدنما داغ ہے، کیوں کہ جو طبیعت پستی مائل ہوتی ہے اسے بلند مقاصد کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا، اس کے متعلق حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں دوٹوک الفاظ میں مذمت ملتی ہے، فرماتے ہیں:

اگر کسی آدمی کے اندر حقیقی کمالات پیدا ہوجاتے ہیں تو وہ خود بہ خود فضولیات اور عبث

سے بیگانہ ہوجاتا ہے، اس کو رسمیات کے اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی، اور میں تو جس کو بناؤ سنگار اور چٹک مٹک کرتا ہوا دیکھتا ہوں فوراً ذہن میں یہی آتا ہے کہ یہ شخص کمالات سے کورا ہے، جب ہی تو عبث اور فضول کی طرف متوجہ ہے، اور اکثر تجربہ سے یہی ثابت بھی ہوتا ہے، اہل کمال کو اس ظاہری ٹیپ ٹاپ کی ضرورت ہی کیا ہے۔

اور ایک مجلس میں ارشاد فرماتے ہیں:

میں جب کسی کو دیکھتا ہوں کہ لباس و پوشاک میں تکلف کا پابند ہے تو دو چیزوں پر استدلال کرتا ہوں، ایک یہ کہ یہ نکمّا آدمی ہے، دوسرے یہ کہ بہت پست حوصلہ ہے، کیوں کہ اگر یہ کام کا ہوتا اور کسی بڑے مقصد کی طرف اس کی نظر ہوتی تو اس میں وقت ضائع نہ کرتا۔

آپؒ کے ملفوظات میں یہ بھی ہے:

سادگی علو اور عظمت کی دلیل ہے، میں جب کسی کو بنا ٹھنا دیکھتا ہوں تو سمجھ جاتا ہوں کہ نہایت پست خیال شخص ہے، اگر بلند ہمت ہوتا تو اس کو فرصت ہی نہ ملتی۔۔ جو لوگ ہر وقت مزین اور آراستہ رہتے ہیں اکثر ان میں عقل اور بیداری نہیں ہوتی، کیوں کہ توجہ ایک ہی طرف ہوتی ہے، یا تو جسم کو آراستہ کرلو یا قلب کو آراستہ کرلو۔ (آداب المعاشرۃ ۲۵۹)

کبوتر کے تن نازک میں شاہین کا جگر پیدا کرنے والی نوائے اقبالؒ سنئے:

ہمت عالی تو دریا بھی نہیں کرتی قبول * غنچہ سا غافل تیرے دامن میں شبنم کب تلک

جب تیرے بازو میں ستاروں تک پرواز کرنے کی طاقت ہے تو شاخسار میں کیوں الجھ گیا،

میانِ شاخساراں صحبتِ مرغ چمن کب تک * تیرے بازو میں ہے پروازِ شاہین قہستانی

عجیب بات ہے کہ لوہا تو موجود ہے لیکن تیرے مقناطیس میں کشش نہیں:

تیرا اے قیس کیوں کر ہوگیا سوزِ دروں ٹھنڈا * کہ لیلا میں تو اب تک ہے وہی اندازِ لیلائی

ہمارا معاشرہ اور وقت

یہ تو ان لوگوں کا حال تھا جنہوں نے اپنی زندگی کو ٹھکانے لگا دیا، ایک نظر ہم اپنے حال پر کریں تو معلوم ہوگا کہ ہمارا معاملہ وقت کے ساتھ بڑا افسوس ناک ہے، عام طور پر اس کے ساتھ لوگوں کا معاملہ بڑی ناقدری کا ہے، چوبیس گھنٹے میں کتنے گھنٹے ایسے ہوتے ہیں جن کو ہم بے کار نکال دیتے ہیں، سال میں کتنے دن بے سود نکل جاتے ہیں، بازاروں اور ہوٹلوں پر مجلس جما کر بیٹھنا ہمارے معاشرے کا محبوب مشغلہ بن گیا ہے، آج کل چیزوں کی مہنگائی کا بڑا شکوہ کیا جاتا ہے، لیکن وقت جو انمول چیز ہے اس کو اس قدر سستا سمجھ لیا ہے جیسے کوئی چند ٹکوں کی چیز ہو، ہمارے یہاں دس روپئے کے برابر بھی وقت کی قدر نہیں ہے، دس روپئے ضائع ہونے پر دل میں اتنا خیال تو آتا ہے کہ میرا کچھ نقصان ہو گیا اگر چہ اس کو معمولی سمجھ کر اس کا زیادہ غم نہ کرے، لیکن وقت جیسی انمول چیز ضائع ہونے پر نقصان کا احساس بھی دل پر نہیں گزرتا، ابن جوزیؒ کے کلام میں کس قدر سچائی ہے! آپؒ لکھتے ہیں: اکثر لوگ وقت کو بیکار کاموں میں ضائع کرتے ہیں، میں نے عام طور پر دیکھا ہے کہ لوگ عجیب طریقے سے وقت کو نکال دیتے ہیں، اگر رات کو دیر تک بیدار رہتے ہیں تو ایسی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں جن کا کوئی حاصل نہیں، اور صبح دیر تک سوتے ہی رہتے ہیں، اور دن کے باقی حصوں میں سیر گاہوں اور بازاروں اور نہروں پر نظر آتے ہیں۔ (قیمۃ الزمن)

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا * کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

حد تو یہ ہے وقت کو نکالنے کے لئے بے فائدہ مشاغل کو تلاش کیا جاتا ہے، بہت کم ایسے لوگ ہیں جو اپنے فارغ اوقات میں اچھے کاموں کی تلاش میں رہتے ہوں، اور اگر کبھی وقت ضائع ہو گیا تو دل نے ملامت کرتا ہو، ایسے لوگوں کو اگر تلاش کیا جائے تو سینکڑوں میں بھی ایک ملنا مشکل ہے، ہمارے معاشرے میں ایسے لوگ کبریت احمر کی طرح نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔

وقت ضائع ہونے کی وجوہات

ایمان ویقین کی کمزوری

آخرت کے وعدوں پر جیسا ہونا چاہئے ویسا یقین نہیں ہوتا ہے، جس طرح دنیا کے کسی کام پر دنیوی نفع سامنے ہوتا ہے اوراس کے ملنے کا یقین ہوتا ہے ایسا یقین اور استحضار دینی کاموں میں نہیں ہوتا، یہ یقین کی کمزوری وقت کو آخرت کی تیاری میں لگانے اوراس کی نعمتیں حاصل کرنے کی کوشش کرنے سے مانع بنتی ہے، کسی انسان کو وعدوں کا پورا یقین ہواور یہ جان لے کہ ایک سکنڈ میں ایک بہت بڑا درخت لگ جاتا ہے اور پورے دن میں اور پورے مہینے میں تو جنت کے بہت زیادہ اور بہت بڑے انعامات حاصل کئے جاسکتے ہیں اس کے لئے ایک ایک سکنڈ کی قیمت دنیا کے دراہم ودنانیر سے بڑھ جائے گی، پھر دنیا کے بجائے اخرت کے کاموں میں لگنا پسند کرے گا، حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کونصیحت کرتے ہوئے فرمایا: **یا بنی! العمل لا یستطاع الا بالیقین ومن یضعف یقینه یضعف عمله** ۔(اے بیٹے! یقین ہی سے عمل پرقوت ملتی ہے، اور جس کا یقین کمزور ہوتا ہے اس کا عمل بھی کمزور ہوجاتا ہے)۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

ان الناس لم یؤتوا فی هذه الدنیا خیرا من الیقین و العافیة فسلوهما الله تعالی۔

’’بیشک لوگوں کواس دنیا میں یقین اور عافیت سے بہتر کوئی چیز نہیں دی گئی، پس اللہ تعالی سے یقین اور عافیت مانگا کرو‘‘۔(مسند احمد)

عافیت کے بغیر دنیا کا کام نہیں ہوسکتا، اور یقین کے بغیر آخرت کا کام نہیں ہوسکتا، مذکورہ حدیث پر حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالیقین طلبت الجنة، وبالیقین هرب من النار وبالیقین اوتیت الفرائض وبالیقین صبر علی الحق (بیهقی) ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا، یقین ہی کی وجہ سے جنت طلب کی جاتی ہے، یقین

ہی کی وجہ سے جہنم سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور یقین ہی کی وجہ سے فرائض ادا کئے جاتے ہیں، اور یقین ہی کی وجہ سے حق پر صبر کیا جاتا ہے''۔

حضرت حسن بصریؒ کا یہ بھی فرمان ہے: ما ایقن عبد بالجنة والنار حق یقینهما الا خشع ووجل، وذل واستقام، واقتصر حتی یأتیه الموت۔ (الیقین) ''جب بندہ جنت وجہنم کا ایسا یقین کرتا ہے جیسا کہ یقین کا حق ہے تو وہ خشیت وتقوی سے مزین، تواضع کا پیکر، استقامت کا پہاڑ اور قناعت کا عادی بن جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کو موت آجاتی ہے''۔

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا * تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامیں پیدا

بے فکری

وقت کی بربادی کا ایک سبب بے فکری کا مرض ہے، وقت کیا چیز ہے، اس کی کیا قیمت ہے، اس میں کتنے بڑے فوائد مخفی ہیں، ان باتوں کو سوچنے کی نوبت ہی نہ آئے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وقت غفلت کی رَو میں بہہ جائے گا، جب تک ذہن نفع ونقصان سے بے پرواہ ہوگا اور لذت نشوونما اور تقاضائے خود افزائی سے محروم ہوگا اس وقت تک کچھ حاصل ہونے کی امید بے کار ہے، جب دماغ اپنے منافع کے حصول کے لئے مستعد نہ ہو تو ترغیب وترہیب کی عبارتیں اور حکمت بھری باتیں بے اثر ثابت ہوتی ہیں، اندر کا تقاضا نہ ہو تو کلی پھول نہیں بن سکتی؛

کلی زورِ نفس سے بھی وہاں گل ہو نہیں سکتی * جہاں ہر شے ہو محروم تقاضائے خود افزائی

بے فکری کا نتیجہ ذلت وپستی، حسرت وندامت کے سوا کچھ نہیں، یہ آدمی کو نکما بنا دیتی ہے، آدمی کی عظمت ورفعت پر بے فکری ایک بدنما داغ ہے، اس کے اعلی مقاصد کی راہ میں سنگ گراں ہے۔

لمبی امیدیں

لمبی زندگی کی امید، یا زندگی میں لمبی امیدیں دونوں اوقات کے ضائع ہونے کا سبب

ہیں، جب دل میں نیک عمل کا داعیہ پیدا ہوتا ہے تو نفس یہ بہانہ کرتا ہے کہ ابھی زندگی باقی ہے، ابھی آرام کر، بعد میں خوب محنت کر کے زندگی کا حق ادا کر دینا، اور زندگی میں لمبی امیدیں بھی مقصد سے ہٹا کر فضول کاموں میں لگا دیتی ہیں، اور کبھی انسان نیک ارادوں سے بھی محروم ہو جاتا ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں: طُولُ الأملِ یُنْسِي الآخِرۃَ۔ ''لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں''۔

حضرت یحیی بن معاذؒ فرماتے ہیں: لَایَزَالُ العبدُ مَقرونًا بِالتواني مَا دامَ مُقیمًا علی وعدِ الاماني (الزھد الکبیر) ''بندہ اس وقت تک سستی میں مبتلا رہتا ہے جب تک اس کا قیام امیدوں پر رہتا ہے''۔ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے: مَا أطالَ عبدٌ الأملَ إلا أساءَ العَمل۔ ''جو بندہ لمبی امیدیں کرتا ہے وہ اپنے اعمال کو خراب کر دیتا ہے''۔

محمد بن ابی توبہ کہتے ہیں کہ حضرت معروف کرخیؒ نے نماز کھڑی کی اور امامت کے لئے مجھے آگے کیا، میں نے عرض کیا کہ یہ نماز تو میں پڑھا لوں گا لیکن پھر کسی نماز میں امام نہیں بنوں گا، اس پر حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا: وَأَنتَ تحدّث نَفسكَ أَن تصَلّي صَلاۃ أُخری؟ نَعوذُ بِالله مِن طُولِ الأَملِ فَانه یمنعُ خَیرَ العَملِ۔ ''تو کیا آپ یہ خیال کر رہے ہیں کہ آپ دوسری نماز پڑھیں گے؟ (کیا معلوم اس سے پہلے موت آجائے) ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں لمبی امیدوں سے، اس لئے کہ یہ نیک اعمال میں رکاوٹ بنتی ہیں''۔

درد کا درماں

کفی بالموت واعظا، یعنی موت کے بعد کسی واعظ کی ضرورت نہیں، اگر انسان موت کے احوال پر غور کرے کہ موت کے لئے نہ کوئی زمانہ متعین ہے اور نہ کوئی حالت اس کے لئے خاص ہے، وہ بچپن میں بھی آسکتی ہے اور عنفوان شباب میں بھی پکڑ سکتی ہے، اور جس طرح وہ بیماروں کو پکڑتی ہے تندرست کو بھی اپنے چنگل میں لے سکتی ہے، تو لمبی امیدوں کے لئے دل میں کوئی گنجائش

باقی نہیں رہے، عربی شاعر اس مضمون کو اس طرح گنگناتا ہے:

تزود من التقوی فانک لا تدری اذا جن لیل هل تعیش الی فجر
فکم من صحیح مات من غیر علة وکم من علیل عاش حینا من الدهر
وکم من صبی یرتجی طول عمره وقد نسجت اکفانه وهو لا یدری
وکم من عروس زینوها لزوجها وقد قبضت روحا هما لیلة القدر

"تقوی کو سفر آخرت کے لئے زادراہ بنا لیجئے، کیوں کہ آپ کو کیا خبر کہ رات کے چھا جانے کے بعد صبح تک آپ کی زندگی رہے گی یا نہیں، کتنے صحیح سالم لوگ بغیر کسی بیماری کے لقمۂ اجل بن گئے، اور کتنے بیمار مدت دراز تک زندہ رہے، کتنے بچے ایسے ہیں جن کے عمروں کی درازی کی امید کی جاتی ہے جبکہ ان کا کفن تیار ہو چکا ہوتا ہے اور انہیں معلوم بھی نہیں ہوتا، کتنی دلہنیں ایسی ہیں جن کو ان کے شوہروں کے لئے آراستہ کیا گیا جبکہ لیلۃ القدر میں ان کی موت کا فیصلہ ہو چکا تھا"۔

حضرت عون بن عبداللہؒ فرماتے ہیں: ما انزلَ الموتُ کنهَ منزِلته منْ عدَّ غدًا مِنْ أجلهِ، وَكَمْ مستقبلٍ يوما لا يَستكملُهُ، وَكَمْ مُؤَمّلٍ لِغدٍ لا يدْركهُ، لو رَأيتمُ الاجلَ ومسِيرهُ، لابغضتمُ الاملَ وَغرورَهُ۔ "جو شخص آنے والے کل کو اپنی زندگی میں شمار کرتا ہے وہ موت کے حقیقی مقام کو نظرانداز کر رہا ہے، آج کے دن کو پانے والے کتنے لوگ ایسے ہیں جو اس کو مکمل نہیں کر سکے، اور آئندہ کل کو پانے کی امید رکھنے والے کتنے لوگ ایسے ہیں جو اس کو نہ پا سکے، اگر تم موت اور اس کی رفتار کو دیکھ لو تو امیدوں سے اور اس کے دھوکے سے تم خود نفرت کرنے لگو"۔

پس جب موت نہ کسی عمر کی پابند ہے اور نہ کوئی حالت اس کی آمد کے لئے ضروری ہے، وہ ہر حال میں ہر وقت آسکتی ہے تو کسی عمل کو بعد میں کرنے کے ارادہ سے مؤخر کرنا دانشمندی کے خلاف ہے، آدمی کو سوچنا چاہئے کہ یہ میری زندگی کا آخری دن ہے، حضرت ابن عمرؓ کا قول پہلے

گذر چکا ہے کہ تو صبح کرے تو شام کا خیال دل میں مت لا، اور شام کرے تو صبح کا تصور چھوڑ دے۔

اعمل لدنیاك كأنك تعيش ابدا * واعمل لآخرتك كأنك تموت غدا

''دنیا کے لئے اس طرح عمل کر جیسے تو ہمیشہ زندہ رہے گا، اور اپنی آخرت کے لئے اس طرح عمل کر گویا کل ہی تجھے موت آئے گی''۔

کسی حکیم نے کہا ہے کہ امیدوں کا بندہ نہ بن، کیوں کہ امیدیں مفلس لوگوں کا سرمایہ ہیں، اور کسی دانا کا قول ہے: امیدوں سے بچوں، کیوں کہ امید احمقوں کی وادی ہے جہاں وہ اترتے ہیں، واللہ! امیدوں میں نہ تو دنیا کی بھلائی ہے نہ آخرت کی، شاعر کہتا ہے:

ولا أُؤخر شغل اليوم عن كسلٍ * إلى غد إن يوم العاجزين غد

''میں آج کے کام کو سستی و کاہلی کی وجہ سے کل تک مؤخر نہیں کر سکتا، کیوں کہ ''کل'' تھکے ہارے اور عاجز لوگوں کا دن ہے''۔

يا عامرًا لخراب الدّار مجتهدا * بِالله هل لخراب العمر عمرانُ

دع التكاسل في الْخيرات تطلبها * فليس يسْعد بالخيرات كسلانُ

لا تغترر بشباب ناعم خضل * فكم تقدم قبل الشيب شبّانُ

سوف کا فریب

سوف (بعد میں کروں گا) بہت بڑا دھوکہ اور نفس وشیطان کا پھندا ہے جس میں آسانی سے لوگوں کو پھنسا دیتا ہے، ابن جوزیؒ نقل کرتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ملی ہے: انّ اکْبر جُنودِ إبلِيسَ سوفَ ''سوف ابلیس کے لشکروں میں سب سے بڑا لشکر ہے''، وعدۂ فردا کے پانی سے احساسِ زیاں کی سوزش کو ختم کر دیتا ہے، جب درد کا احساس نہ رہا تو علاج کیسے ہوگا، اسی کی آڑ میں آدمی اپنی شکست کو چھپاتا ہے، انسان کی بہت سی ناکامیوں، حماقتوں اور غفلتوں کا ذمہ دار

''کل'' کا لفظ ہے، ابھی تو جوانی ہے، ابھی زندگی باقی ہے، ان خیالات سے شیطان نے ایسی ضرب لگائی کہ پھر اٹھنے کی نوبت ہی نہ آئی اور وقت موعود آ پہنچا، اسی لئے بعض علماء نے خصوصیت کے ساتھ دشمن کے اس حربے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا ہے: احْذَرُوا سَوْفَ (سوف سے بچ کر رہنا)۔

قبیلۂ عبد قیس کا ایک آدمی مرض الموت میں مبتلا تھا، لوگوں نے اس سے کہا کہ ہمیں کچھ آخری نصیحت کیجئے، اس نے کہا: أَنْذَرْتُكُمْ سَوْفَ (میں تم کو ''سوف'' سے ڈراتا ہوں)۔

ابن جوزیؒ نے کسی عمل کو کل پر ٹالنے کی مثال دی ہے جیسے کوئی شخص ایک تن آور درخت کاٹنے کے لئے گیا، لیکن زیادہ محنت دیکھ کر اس نے اس کام کو ایک سال تک ٹال دیا، اور یہ سوچ کر چلا گیا کہ میں ایک سال کے بعد آ کر اس کو کاٹوں گا، لیکن ایک سال کے بعد یہ درخت اور زیادہ مضبوط ہوگا، اور وہ شخص ایک سال کے بعد حال کی بہ نسبت کمزور ہو جائے گا، پھر اس وقت مشقت زیادہ ہوگی، بہت سے لوگ کام کو مستقبل پر ٹال کر ذمہ داریوں سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن وہ لوگ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ کام کو ٹالنے سے مشقت بڑھتی ہے۔

تن آسانی

تن آسانی بھی انسان کی زندگی کی بربادی کا ایک سبب ہے، محنت سے پیچھے ہٹنا، جدوجہد کرنے سے جی چرانا اور آرام وراحت کے مواقع تلاش کرتے رہنا ایسی صفت ہے جو ہلاکت کے لئے کافی ہے، بدن کی راحت میں لگا رہنے والا انسان کسی بھی بڑے کارنامے کو انجام نہیں دے سکتا ایسا انسان کسی بھی اچھے کام اور بہترین عمل پر سوتے رہنے اور بیٹھے رہنے کو ترجیح دیتا ہے، اس کو سختیٔ منزل سے اور راستے کی صعوبتوں سے وحشت ہوتی ہے، اقبالؒ کا نوحہ سنئے:

جو سختیٔ منزل کو سامان سفر سمجھے ✲ اے وائے تن آسانی! ناپید ہے وہ راہی

تن آسانی انسان کو حیوانیت کی سرحد سے ملا دیتی ہے، حیوانات کو سوائے کھانے پینے اور

سونے کے اور کچھ کام نہیں ہوتا، ان کی ساری محنت حال ہی کے لئے ہے، وہ مستقبل کی کامیابی کو سوچ کر کسی طرح کا قدم نہیں اٹھاتے، یہ انسان کی خاصیت ہے کہ وہ مستقبل کی کامیابی کے لئے زمانۂ حال کے راحت وآرام کو ترک کر کے کام میں مصروف رہتا ہے، شعر:

یا خادم الجسم کم تسعی لخدمته ✲ وتطلب الربح بما فیه خسران

علیك بالنفس فاستكمل فضائلها ✲ فانت بالنفس لا بالجسم انسان

''اے بدن کے پیچھے محنت کرنے والے! کب تک اس کی خدمت میں لگا رہے گا، اور نقصان کی جگہ سے نفع کی توقع رکھے گا، تو اپنے نفس کی طرف توجہ کر اور اس کے اچھے صفات کو کمال تک پہنچا، کیوں کہ تو نے نفس کی وجہ سے انسانیت کا رتبہ پایا ہے جسم کی وجہ سے نہیں''۔

محنت کرنے والا بدن بھی اللہ کی ایک نعمت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَربع من أعطيهن فقد أعطي خير الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ، قَلْبٌ شَاكِرٌ وَلِسَانٌ ذَاكِرٌ وَبَدَنٌ عَلَى الْبَلَاءِ صَابِرٌ وَزَوْجَةٌ لَا تَبْغِيهِ خَوْنًا فِي نفسهَا وَ لَا مَاله۔ (مشکوۃ)

''چار چیزیں جس کو مل گئیں اس کو دنیا وآخرت کی تمام خیر مل گئی، شکر گزار دل، ذکر کرنے والی زبان، احکامات شرعیہ اور مصائب کونیہ پر صبر کرنے والا بدن، اور ایسی بیوی جو اپنی ذات میں اور شوہر کے مال میں خیانت کا موقع تلاش نہ کرے''۔

انسان کے لئے تن آسانی اور راحت طلبی راہزن طریق ہے؛

رہزنِ ہمت ہوا ذوق تن آسانی تیرا ✲ بحر تھا صحرا تو، گلشن میں مثلِ جو ہوا

یہ طے شدہ بات ہے کہ دنیا میں آرام اسی کو ملتا ہے جس میں دو بڑے عیب ہوں، بے عقلی اور بے حسی، دنیا میں دانشمند اور حساس آدمی کو کبھی سکون نہیں ملتا، وہ ہمیشہ کمال کی طرف بڑھنے اور خود کو عیوب ونقائص سے اور اپنی زندگی کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے ہر وقت فکر مند رہتا

ہے، گویا آرام وراحت اور ظاہری و باطنی کمالات ان دونوں میں تضاد ہے، پس دنیا میں جو آرام کا طالب ہوا سے اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ خلل کہاں واقع ہوا ہے۔

جس قدر بلندیاں مطلوب ہوتی ہیں اسی قدر قربانیاں شرط ہیں، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **مَا رَأَيتُ مِثْلَ النارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنةِ نَامَ طَالِبُهَا۔** (ترمذی) ''میں نے نہیں دیکھی جہنم جیسی کوئی چیز جس سے بھاگنے والا سو گیا ہو، اور نہ جنت جیسی کوئی چیز جس کا طلب گار سو گیا ہو''۔

بقدر الکد تکتسب المعالی ✻ من طلب العلی سهر اللیالی

من رام العلی من غیر کد ✻ اضاع العمر فی طلب المحال

''بلندیاں بقدر محنت حاصل ہوتی ہیں، بلند مقامات کا طالب راتوں کو جاگتا ہے، جس نے بغیر محنت کے مقام بلند کی خواہش کی اس نے محال چیز کی طلب میں عمر ضائع کر دی''

یہی قانون فطرت ہے کہ قربانی ومحنت کے بعد کسی چیز کا جمال وکمال آشکارہ ہوتا ہے، لوہے کو گھسا جاتا ہے تب اس میں چمک پیدا ہوتی ہے، کسی بھی دھات کو آگ میں گرم کر کے اس کو خوبصورت شکل میں ڈھالا جاتا ہے، دانہ جب زمین میں ڈالا جاتا ہے تب اس سے کھیتی لہلہاتی ہے، اور باغات تیار ہوتے ہیں، ہر چیز قربانی دینے کے بعد قیمتی بنتی ہے، پس:

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے ✻ کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

جو زندگی کے میدان میں دوڑ لگانے کی کوشش کرتا ہے وہ خالق ومخلوق کا پیارا ہوتا ہے،

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے ✻ جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے

محنت وکوشش سے پہلوتہی دامنِ حیات پر شکست کا داغ ہے:

گریز کشمکش زندگی سے مردوں کی ✻ اگر شکست نہیں تو اور کیا ہے شکست

عشرت امروز

انسان کی طبیعت لذت حاضرہ کی طرف مائل ہوتی ہے، وہ موجودہ لذت وسرور کی خاطر بعد میں ملنے والے بڑے منافع بھی کھودیتا ہے، کتنی کھانے کی چیزیں نقصان دہ ہے لیکن وقتی لذت کی خاطر انسان ان کو کھاتا ہے اور مستقبل کا نقصان برداشت کرنے پر تیار ہوجاتا ہے، یہی طبیعت انسان کو آخرت کے اعمال میں لگنے سے مانع بنتی ہے، اللہ تعالی نے قرآن میں ارشادفرمایا ہے:

﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾

''ہرگزنہیں، پرتم چاہتے اس کو جوجلد آئے، اور چھوڑتے ہو جو دیر میں آئے''۔

﴿اِنَّ هٰؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا﴾

''یہ لوگ چاہتے ہیں جلدی ملنے والے کو، اور چھوڑ رکھا ہے اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو''

ان آیات میں اللہ نے انسانوں کی اس خصلت کی برائی بیان کی ہے کہ وہ جلدی ملنے والے نفع کو ترجیح دیتے ہیں اور بعد میں ملنے والے نفع کو نظرانداز کردیتے ہیں، چاہے وہ جلد ملنے والے نفع سے بدرجہا بہتر ہی کیوں نہ ہو، اسی لئے اللہ نے اس کو عجول (بڑا جلد باز) فرمایا، کہیں فرمایا کہ اس کی پیدائش ہی گویا جلد بازی سے ہوئی ہے، علامہ اقبالؒ نے اس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

نہ مجھ سے کہہ کہ اجل ہے پیام عیش وسرور ✲ نہ کھینچ نقشۂ کیفیتِ شراب طہور
فراق حور میں ہو غم سے ہمکنار نہ تو ✲ پری کو شیشۂ الفاظ میں اتار نہ تو
مجھے فریفتۂ ساقی جمیل نہ کر ✲ بیان حور نہ کر، ذکر سلسبیل نہ کر
مقام امن ہے جنت، مجھے کلام نہیں ✲ شباب کے لئے موزوں تیرا پیام نہیں
شباب آہ! کہاں تک امیدوار رہے ✲ وہ عیش عیش نہیں جس کا انتظار رہے
وہ حسن کیا کہ جو محتاج چشم بینا ہو ✲ نمود کے لئے منت پذیر فردا ہو

عجیب چیز ہے احساس زندگانی کا
عقیدہ عشرت امروز ہے جوانی کا

موت کے بعد کے وہ فوائد جو آج کی کد و کاوش پر موعود ہیں اگر ذہن میں مستحضر رکھ کر نفس کو اس کی لالچ دی جائے، اور دل کو اس طرح سمجھایا جائے کہ اگر چہ ان نعمتوں تک رسائی حاصل کرنے کے لئے قدرے انتظار کی ضرورت ہے، لیکن ان کا حصول یقینی ہے، اور حاصل ہو جانے کے بعد پھر ان میں کمی یا زوال یا فنا کا کوئی خطرہ نہیں، اور زمانہ کے گذرنے سے اس سے دل میں اکتاہٹ پیدا نہیں ہوگی، نعمتوں میں ترقی ہی ہوتی رہے گی اور ایسا عیش اور ایسی فرحت نصیب ہوگی جس میں کسی طرح کا غم یا خوف ملا ہوا نہیں ہوگا، خدا کی ناراضگی کا ڈر نہیں ہوگا، اس طرح سوچنے سے لازمی طور پر دل میں رغبت پیدا ہوگی، اور آخرت کی تیاری کے لئے قدم اٹھانے کی ہمت ہوگی، اس کے ساتھ دنیوی نعمتوں کا انجام پیش نظر رکھا جائے، یہ خیال کرے کہ دنیوی نعمتوں میں اگر چہ فوری طور پر تھوڑی دیر کے لئے لذت حاصل ہوتی ہے لیکن یہ لذت بہت ہی جلد ختم ہونے والی ہے، کچھ وقت گذرنے کے بعد لذت کا ایسا نام ونشان ختم ہو جاتا ہے کہ گویا کبھی ہم نے اس نعمت سے فائدہ اٹھایا ہی نہیں، نیز دنیا کی لذت وسرور میں غم وخوف کی آمیزش ہوتی ہے، اس کی صفائی میں بھی کدورت ہوتی ہے، اس کی عزت بھی ذلت کے خطرات سے خالی نہیں ہوتی، قرآن کریم کی ان آیات میں غور کریں جن میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو دنیوی زندگی کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے مثالیں بیان فرمائی ہیں، اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتّٰى إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَا أَتٰهَا أَمْرُنَا لَيْلًا

اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ يونس٢٤

''دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی کی طرح ہے جس کو ہم نے آسمان سے برسایا، پھر اس پانی سے زمین کے نباتات جس کو آدمی اور جانور کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلے، یہاں تک کہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی، اور آراستہ ہوگئی، اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں، نا گہاں رات کو یا دن کو ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا، تو ہم نے اس کو کاٹ (کر ایسا کر) ڈالا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں، جو لوگ غور کرنے والے ہیں ان کے لیے ہم (اپنی قدرت کی) نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں''۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ التوبة:٣٨

''مومنو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلو تو تم (کاہلی کے سبب سے) زمین پر گرے جاتے ہو (یعنی گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے) کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو، دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابل بہت ہی کم ہیں''۔

﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ القصص٦٠

''اور جو چیز تم کو دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ اور اس کی زینت ہے، اور جو خدا کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے، کیا تم سمجھتے نہیں''۔

﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ

الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ العنكبوت٦٤

''اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشہ ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے۔کاش یہ (لوگ) سمجھتے''۔

﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا﴾ الكهف:٤٦

''مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی زینت ہیں، اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں''۔

جب دنیوی زندگی کی یہ حقیقت ہے تو اس کی فانی لذتوں کے بہ جائے وقت کو کسی دائمی نعمت کے حصول کے لئے استعمال کرنا چاہئے، ابن جوزیؒ فرماتے ہیں: انسان کو چاہئے کہ اس بات میں غور کرے کہ ایک روزہ دار شام کے وقت افطار کے لئے بیٹھا، اس کے ساتھ ایک ایسا شخص بھی کھانے بیٹھا جو روزہ دار نہیں تھا، وہ دونوں اس وقت سیر ہو کر کھاتے ہیں، روزہ دار کے روزے کی تھکن بھی گئی اور روزہ نہ رکھنے والے کی راحت بھی گئی، لیکن ثواب میں دونوں کا حال بہت الگ ہو گیا، روزہ دار بڑے ثواب کا حقدار ہو گیا اور روزہ نہ رکھنے والا اس ثواب سے محروم رہا۔

ایک ابوبکر صدیقؓ بھی گذرے ہیں اور ایک ابوجہل ملعون بھی گذرا ہے، ایک کی زندگی عمل اور آزمائشوں سے پُر ہے اور دوسرے کی زندگی ہر طرح کی مذہبی قیود سے آزاد ہے، خواہشات کی پیروی ہی اس کی زندگی کا عمل ہے، لیکن موت نے ابوبکر صدیقؓ کے مصائب کا خاتمہ کر دیا اور ان کو ہمیشہ کے لئے کامیابی کا پروانہ مل گیا، دوسری طرف موت نے ابوجہل کے آرام کا خاتمہ کر دیا، اب اسے ہمیشہ کے لئے ناقابل برداشت عذاب کا سامنا ہے، دنیا میں جو اسے راحت و آرام اور آزادی کی طلب تھی اور جو اسے ملی، موت کے بعد اس سے کئی گنا بڑھ کر تکالیف و آلام

سے دو چار ہوا، پس اس بات کا دھیان رکھا جائے کہ آج کی لذت کل کی تکلیف کو جنم دے گی، آج کا آرام کل کے آلام کا مقدمہ ہے، اور آج کی محنت کل کی راحت کا سبب بنے گی۔

جنت کی لذت تمام تکلیفوں کو بھلا دے گی، دنیا میں کئے ہوئے مجاہدات کے سارے آثار مٹ جائیں گے، اصل ٹھکانے پر پہنچنے کے بعد ایسا معلوم ہوگا جیسے کبھی کوئی مجاہدہ کیا ہی نہیں تھا، دنیا میں سب سے زیادہ مصائب میں زندگی گذارنے والا اور پوری زندگی آنسو بہا کر نکالنے والا جنت میں پہنچ کر اپنی دنیوی تکلیفوں کا انکار کر دے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُؤْتَى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النارِ صَبْغَةً، ثُمَّ يُقَالُ: يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا، وَاللهِ! يَا رَبِّ وَيؤْتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا، مِنْ أَهْلِ الجنَّةِ، فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الجنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا، وَاللهِ! يَا رَبِّ مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ (رواہ مسلم)

"قیامت کے دن جہنم والوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا والوں میں سب سے زیادہ خوشحال تھا، پھر اس کو جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہے؟ کیا تیرے پاس کبھی کوئی نعمت آئی ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! واللہ میں نے کوئی بھلائی نہیں دیکھی، اور اہل جنت میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ پریشان رہا ہوگا، پھر اسے ایک مرتبہ جنت میں غوطہ دے کر پوچھا جائے گا اے ابن آدم! کیا کبھی تو نے کوئی پریشانی دیکھی ہے؟ کیا کبھی تجھ پر شدید حالات آئے ہیں؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! واللہ میں نے کوئی پریشانی نہیں دیکھی، اور نہ کبھی مجھ پر سخت حالات آئے"۔

ماضی اور مستقبل کی فکر

انسان سے کوتاہی ہو ہی جاتی ہے لیکن انسانی ضمیر زندگی کو اصل مقصد کی طرف رواں دواں کرنے پر آمادہ کرتا رہتا ہے، کبھی کسی کتاب یا خطاب سے دل نرم ہو جاتا ہے اور اپنی آئندہ کی زندگی کو درست کرنے کا عزم کرتا ہے، ایسے وقت میں کبھی انسان اپنی پچھلی کوتاہیوں کو دیکھتا ہے تو حسرت وندامت کی کیفیت اس پر غالب آجاتی ہے اور وہ مایوسی کے عالم میں چلا جاتا ہے، یہ مایوسی عمل سے فارغ کردیتی ہے، اور کبھی مستقبل کی فکر بھی انسان کو مستغرق کردیتی ہے، وہ اسی فکر میں محو رہتا ہے کہ میں آئندہ بھی راہ راست پر رہوں گا یا نہیں، میری توبہ کو دوام ملے گا یا نہیں، میں نے جو خیر کی طرف قدم بڑھایا ہے یہ بڑھتا رہے گا یا پیچھے ہٹ جائے گا، الغرض کبھی ماضی اور مستقبل کی فکر بھی انسان کو تفکرات وخیالات میں مشغول کر کے عمل سے دور کردیتی ہے۔

اکابرین نے اس کا علاج یہ بتایا ہے کہ ماضی کی کوتاہیوں پر سچے دل سے توبہ کرلے، پھر بار باران کا خیال نہ لائے، اور مستقبل کی سلامتی کے لئے اللہ سے دعا کرتا رہے، اس کے علاوہ ماضی اور مستقبل کی فکر میں نہ لگے، بلکہ زمانۂ حال کو سنوارنے کی فکر کرے، صوفیائے کرام نے کہا ہے کہ ماضی اور مستقبل بھی حجاب ہیں، اس کی فکر میں انسان اصل کام سے محروم رہ جاتا ہے، انسان کو حال کی فکر کرنی چاہئے، ہمارے اختیار میں فقط حال کا زمانہ ہے، اگر ماضی ومستقبل کی فکر میں لگا رہا تو حال کا زمانہ بھی بیکار جائے گا، بشر بن حارثؒ فرماتے ہیں کہ گذشتہ کل مر گیا، آئندہ کل پیدا نہیں ہوا، اور آج کا دن دوڑ میں لگا ہے، پس اسی کی فکر کرنی چاہئے، شعر:

نہ تو کل کے افسوس میں آج رو
کہ کل رونے بیٹھے گا آج کو

حوادث

انسانی زندگی کا سفر ایک ناہموار راستہ پر ہوتا ہے، نشیب وفراز سفر حیات کا لازمی جز ہے،

انسان اپنی زندگی میں بار ہا ہموم وغموم کے بھنور میں پھنستا ہے، اور بار ہا مصائب وآلام کا شکار ہوتا ہے، بہت سے انسانوں کے لئے ناگوار حالات سدراہ بن جاتے ہیں، وہ آنے والی پریشانیوں سے ذہنی طور پر تھک جاتے ہیں، اور کسی عمل کی طرف توجہ کرنا ہی نہیں چاہتے، یا اگر عمل کی طرف توجہ ہوتی ہے تو خیال کر لیتے ہیں کہ یہ مصیبت ٹلنے کے بعد اعمال میں مشغول ہو جاؤں گا، اور پھر مصیبت ٹلنے کے انتظار میں اعمال سے چھٹی کر لیتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین کرنی چاہئے کہ مصائب وحالات سے انسان کو کسی وقت بھی اطمینان نہیں ہوسکتا ہے، ایک کے بعد ایک مصیبت آتی رہتی ہے، پس ان حالات میں اعمال سے چھٹی کرنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ انسان اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ ضائع کر دے، اس لئے ضروری ہے کہ ہموم وغموم اور مصیبت وتکلیف کے وقت بھی ہمت کر کے خود کو اعمال میں لگائے رکھنے کا عادی بنائے، اور ذہنی انتشار پر قابو پا کر خود کو اعمال کی طرف متوجہ رکھے، بادِ مخالف تو عقاب کی پرواز کو بلند کر دیتی ہے، حالات ومصائب سے انسان میں پختگی آتی ہے، اور اس کے اندر استقامت اور استقلال کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے،

حادثاتِ غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال غازہ ہے آئینۂ دل کے لئے گردِ ملال

غم غفلت زدہ طبیعت کو ہوش میں لانے کا ایک سبب ہے،

غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطف خواب سے * ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے
طائر دل کے لئے غم شہپر پرواز ہے * راز ہے انسان کا دل غم انکشاف راز ہے

غم نہیں غم، روح کا ایک نغمۂ خاموش ہے
جو سرود بربط عالم سے ہم آغوش ہے

جو انسان مصائب اور غموں کے اوقات میں مناسب حالات کے انتظار میں رہا وہ نفس کی

جال میں پھنس گیا، کیوں کہ نفس ارادوں پر مطمئن کر دیتا ہے، پھر ہم نیک کام کا صرف ارادہ کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ میں اچھی حالت میں ہوں، اور زندگی کا حق وصول کر رہا ہوں۔

نتیجہ میں جلد بازی

راہِ عمل پر ایک بہت بڑا خطرہ جلد بازی ہے، یہ صفت آدمی کو اعمال وکردار میں سرگرم ہونے کے بعد عمل سے دور کر دیتی ہے، ہوتا یہ ہے کہ آدمی کسی عمل کو شروع کر کے اس کے نتائج اور فوائد کے حصول میں جلد بازی سے کام لیتا ہے، اس کی یہ حرص ہوتی ہے کہ اس عمل پر جو منافع اور عمدہ نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ کم سے کم مدت میں مجھے حاصل ہو جائے، اور ان نتائج کے مرتب ہونے لئے جتنی مدت درکار ہوتی ہے اتنی مدت صبر وانتظار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نا امید ہو کر بیٹھ جاتا ہے، اور عمل سے بالکل فارغ ہو جاتا ہے۔

اس موقع پر آدمی کو دو باتیں پیش نظر رکھنی چاہئیں، اول یہ کہ عمل انسان کی قدرت میں ہے، نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں، اور اللہ کا وعدہ ہے کہ آدمی کو اس کی محنتوں کا پھل اس کی نیتوں کے مطابق ضرور ملے گا، پس اپنا عمل اور اپنی نیت صحیح کر لیں، نتیجہ کی اللہ سے دعا اور امید کرنی چاہئے، اگر دنیا میں ہمارا مجوزہ نتیجہ حاصل نہیں ہوا تب بھی آخرت میں ثواب تو مل ہی جائے گا، بلکہ دنیا میں اس کا بدل نہ ملنے پر آخرت کا اجر بڑھ جائے گا، اور مومن کی نگاہ میں اس سے بڑا کوئی فائدہ ہی نہیں، دوسری بات یہ کہ اگر مقصود آخرت میں کوئی خاص مقام ومرتبہ یا کوئی بڑی فضیلت یا ولایت تقرب اور صلاح وتقوی میں کوئی اونچا مقام یا کوئی دینی خدمت ہے، اور جد وجہد کے باوجود وہ مقصود حاصل نہیں ہوتا تو فکر کی بات نہیں، کیوں کہ اچھی نیت کے ساتھ عمل میں لگا رہنے والا شخص قیامت کے دن اپنی نیت کی وجہ سے انہیں کاملین کی جماعت میں شامل ہوگا، اور یہ بات دین میں بدیہیات کا درجہ رکھتی ہے جس کے لئے حوالہ یا ثبوت کی ضرورت نہیں۔

کمال کی حرص

کمال کی حرص بھی بسا اوقات عمل سے مانع بنتی ہے، آدمی یہ سوچتا ہے کہ میں اسی وقت عمل کا آغاز کروں گا جب میرے لئے عمل کو تمام نقائص سے بچاتے ہوئے کمال تک پہنچانے کی گنجائش ہوگی، پس اگر طبیعت میں سستی ہے، یا اسباب پورے مہیا نہیں ہیں، یا ذہن منتشر ہے، یا اور کوئی ایسی رکاوٹ ہے جس کے ہوتے ہوئے آدمی عمل میں لگ تو سکتا ہے لیکن اس عمل کو بہ حسن و خوبی انجام تک نہیں پہنچا سکتا، ایسے موقع پر وہ شخص عمل کے لئے آمادہ نہیں ہوتا جو ہمیشہ کمال کی حرص کرتا ہے، ایسے لوگ کبھی اپنا عندیہ ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''جی میں یا تو کام میں لگتا ہی نہیں، اور جب لگتا ہوں تو اس کو اچھے طریقے سے انجام دیتا ہوں''، اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں اسی وقت سفر کرتا ہوں جب سواری بہت تیز رفتار ہو، اور اگر سست رفتار ہو تو میں سفر روک دیتا ہوں، بتایئے! یہ مسافر اپنا نقصان کر رہا ہے یا نہیں، پھر جس کو اکثر سست رفتار سواری ملے، اور تیز رفتار کبھی کبھی مل جائے اس کے لئے یہ اصول کس قدر ضرر رساں ہوگا، اگر نفس پر قابو نہ کیا جائے تو یہ سواری سست رفتار ہی ثابت ہوگا، پس کامل کی حرص میں ناقص کو ترک کرنا جہالت ہے یا فریب نفس۔

منصوبہ بندی کا فقدان

مقاصد و اہداف کا کوئی تعین نہ ہو، اور ترجیح و ترتیب اور تقدیم و تاخیر کے متعلق کوئی منصوبہ ذہن میں نہ ہو تو وقت برباد ہوتا ہے، ایک ڈبے میں کچھ چیزیں بے ترتیب ڈال دی جائیں تو اس میں خلا رہ جائے گا، اور اگر ترتیب سے رکھی جائیں تو خلا کم از کم رہے گا اور چیزیں زیادہ مقدار میں رہیں گی، اس کی حسی مثال سمجھئے کہ جو شخص اپنی چیزیں گھر میں بے ترتیب اِدھر اُدھر رکھ دیتا ہے، جب اس کو کسی چیز کی ضرورت پڑتی ہے تو گھر کا نقشہ قابل دید ہو جاتا ہے، بیوی تجوری دیکھ رہی ہے، بیٹی الماری میں محوِ جستجو ہے، اور جناب بھی اِدھر اُدھر پریشان ہو رہے ہیں، یہ ہے وقت کی بربادی۔

ضیاع وقت کے مواقع

موبائیل

آج کل جن چیزوں نے ہمارا وقت برباد کیا ہے ان میں سے ایک ''موبائیل'' ہے، اس کا نشہ ہم میں سے اکثر لوگوں پر ایسا چڑھ گیا ہے کہ کسی دن اس کے استعمال کے بغیر سکون نہیں ملتا، دن میں ذرا بھی اپنے کام سے فرصت ملی موبائیل ہاتھ میں آجاتا ہے، پھر انٹرنیٹ میں، یا دوستوں کے ساتھ باہمی پیغام رسانی میں ایسے منہمک ہوجاتے ہیں کہ گھنٹے نکل جاتے ہیں لیکن نہ موبائیل سے جی بھرتا ہے اور نہ وقت کی رفتار کا احساس ہوتا ہے، نہ ان میں کوئی ضروری بات ہوتی ہے اور نہ کوئی اہمیت کا حامل پیغام ہوتا ہے، کئی لوگ رات کو نیند آنے تک موبائیل میں مشغول رہتے ہیں، اور صبح اٹھتے ہی سب سے پہلے موبائیل ہاتھ میں آتا ہے، کئی لوگ اپنے ساتھیوں کو نیا مسیج بھیجنے کے شوق میں انٹرنیٹ پر تلاش کرنے میں یا خود کوئی کاریگری دکھانے اور کوئی عجوبہ تیار کرنے میں بہت سا وقت برباد کرتے ہیں، کبھی خوبصورت عنوان سے بھی اس میں وقت کی بربادی ہوتی ہے، مثلا پڑھا لکھا طبقہ فضول مباحثہ کو علمی تحقیقات کا عنوان دے کر اس میں ایسا مشغول ہوتا ہے گویا وہ کوئی اہم اور ضروری مسئلہ کی تحقیق میں لگا ہو، ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ جن مسائل کا کوئی فائدہ نہ ہو ان میں لمبی لمبی بحثیں ہورہی ہیں، ہر ایک اپنی فتح کا پرچم لہرانے کی فکر میں موضوع سے ایسا چپک جاتا ہے کہ اس کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، یہ شیطان کا کھلواڑ نہیں تو اور کیا ہے! کتنے دن اور کتنی راتیں اور عمر عزیز کے کتنے انمول لمحات موبائیل کی بھینٹ چڑھ گئے۔

صرف وقت کا ضائع ہونا ہی موبائیل کا نقصان نہیں ہے، بلکہ اس نے اسلامی قدروں پر جو کاری ضرب لگائی ہے، اور اسلامی اخلاق وکردار، ایمانی جذبات وخیالات اور دینی ذہنیت میں جو انقلاب اور بگاڑ برپا کیا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، ایک تصویر کشی ہی کو لے لیجئے، آج سے

تقریباً بیس سال پہلے چھوٹے بچوں کے دلوں میں تصویر کی اتنی نفرت بیٹھی ہوئی تھی کہ جب اسکول میں نصاب کی کتابیں ملتیں تو پہلے دن مسلم بچوں کا یہ کام ہوتا تھا کہ پوری کتاب میں ذی روح کی تصاویر تلاش کرکر کے ان کی آنکھیں یا پورا چہرہ قلم یا پنسل سے مسخ کر دیتے، بازار سے جو چیز خرید کر گھر لائی جاتی اس پر بھی ذی روح کی تصویر برداشت نہ کی جاتی، اس پر نظر پڑتے ہی بچہ اپنا پہلا فرض یہ سمجھتا تھا کہ اس تصویر کا سر کاٹ دیا جائے، لیکن آج کا ماحول دیکھئے کہ سو میں نوّے موبائیل تصاویر سے بھرے نظر آئیں گے، ذرہ بچے کو کودتے ہوئے دیکھا کیمرہ کھل گیا، کسی نئی جگہ پہنچ گئے اپنی اور دوستوں کی تصاویر سے موبائیل بوجھل ہو گیا، اس کے علاوہ بھی دنیا بھر کے لوگوں کی تصاویر سے موبائیل کو سجا رکھا ہے، مسینجر میں اپنے پروفائل پر اپنی یا بیٹے کی تصویر رکھی ہوئی ہے، سوال یہ ہے کہ تصاویر سے شریعت نے جو نفرت پیدا کی تھی وہ کہاں گئی؟ کس وادی میں کھوگئی؟ ہاں وہ اس موبائیل کے سیلاب میں بہہ گئی، عورتوں کی تصاویر میں دوہرا گناہ ہے، عورتوں کی تصاویر دیکھنا پہلے بھی گناہ تھا اب بھی گنا ہے، پہلے بھی یہ گناہ لوگوں سے ہوتا ہوگا، اب بھی ہو رہا ہے، لیکن پہلے دیکھنے والا لوگوں کی نظروں سے چھپ کر دیکھتا تھا، اگر کوئی مطلع ہو گیا تو اس پر بڑا شاق گذرتا تھا، اور شرم محسوس کرتا تھا، مطلع ہونے والا بھی دیکھنے والے کی اس حرکت سے نفرت کرتا تھا، لیکن آج لطیفوں، خبروں اور تماشوں کے بہانے بھری محفل میں عورتوں کی تصاویر اور متحرک تصاویر دیکھی جاتی ہیں، گویا اہم خبروں کے لئے عورتوں کی تصویر دیکھنے میں کوئی قباحت ہی نہ ہو، بھری مجلس میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہوتا جس کے اندر ایمانی حیاء جوش میں آئے، اور وہ خود بھی دیکھنے سے شرمائے اور دوسروں کو بھی شرم دلائے، گویا شرم وحیا کی چیزوں میں اس فعل کا شمار ہی نہ ہو، ان محفلوں کی شرم وحیاء پر کس نے جھاڑو پھیر دیا، مجلسوں کو بے حیائی کی اس حد تک کس نے لا کھڑا کیا؟ اس کا ذمہ دار بھی موبائیل ہے، اللہ امت کو اس کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے۔

مجلس سازی

ہمارے معاشرے میں وقت کی تباہی کا ایک اہم سبب مجلس سازی ہے، دوستوں کی مجلسوں میں ہمارا بہت وقت ضائع ہوتا ہے، مجلسوں میں بیٹھنے کے ایسے عادی ہو گئے ہیں کہ ان میں شرکت کئے بغیر دن ادھورا لگتا ہے، اتنی پابندی سے ان فالتو مجالس میں شریک ہوتے ہیں گویا اس کے بغیر کوئی دنیوی یا دینی نقصان ہونے کا اندیشہ ہو، اتنی پابندی سے کسی دینی مجلس میں شریک ہونا بھی نصیب نہیں ہوتا، مجلس میں شرکت کر کے سکون محسوس ہوتا ہے، اور گھر اور مسجد میں کڑھن سی محسوس ہوتی ہے، ابن جوزیؒ اپنے زمانے کے لوگوں کا شکوہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ زندگی کی معنویت سے بے خبر ہیں، ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مال دے کر طلب معاش سے بے فکر کر دیا ہے، وہ لوگ دن میں بازار میں بیٹھ کر لوگوں کو دیکھتے رہتے ہیں، پس وہ کتنے منکرات و آفات میں مبتلا ہوتا ہے، اور ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو کھیل میں منہمک ہو جاتے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو سلاطین اور حکمرانوں کے واقعات و حالات اور گرانی اور ارزانی وغیرہ کے مذاکرے میں وقت گزاری (ٹائم پاس) کرتے رہتے ہیں، یہ سب دیکھ کر مجھے معلوم ہوا کہ اللہ نے زندگی کی قدر و قیمت سے ہر کسی کو آگاہ نہیں کیا۔ (قیمۃ الزمن)

پھر ان مجلسوں میں مذاق مستی، ایران تران کی باتیں، غیبت اور بہتان کے سوا کچھ نہیں ہوتا، گویا غیبت اور بہتان ان مجالس کی روح ہے، جھوٹ اور بے حیائی کی باتیں ان محفلوں کی زینت ہیں، زبان قابو سے باہر نکل جاتی ہے، جو کچھ دل میں آیا نکال دیا، جو چاہا بول دیا، ہمارے ایمان کی گرفت بھی اس وقت کمزور ہو جاتی ہے، کسی بات پر بھی ہمارا کمزور ایمان ہم کو ملامت نہیں کرتا، ضمیر پشیمان نہیں ہوتا، نہ دوستوں میں سے کوئی کسی منکر بات کو سن کر روکنے کی کوشش کرتا ہے،

بلکہ ان مجلسوں کا گویا دستور ہی یہی ہے کہ ہاں میں ہاں اور ہنسی میں ہنسی ملاتے جاؤ۔

اتنا ہی نہیں بلکہ اب تو مجلس میں شرکت نہ کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی شخص اپنے گھر میں رہتا ہے اور بازاروں اور فضول محفلوں میں شریک نہیں ہوتا تو اس کو تنبیہ کی جاتی ہے، اور اس ''گناہ سے توبہ'' کرنے کی تلقین کی جاتی ہے، دوستی اور قدیم تعلقات کا حق ادا کرتے ہوئے بڑی ہمدردی سے کہتے ہیں کہ جناب! پورا دن گھر میں ہی رہتے ہو کیا، کبھی باہر بھی نکلا کرو، گھر سے نہ نکلنے والے کو کمزور اور غبی اور زمانے کے حالات اور وقت کے تقاضے سے بے خبر خیال کیا جاتا ہے۔

غفلت کی نیند

جو لوگ معاش کی فکر سے بے نیاز ہیں، یا معمولی کام کے بعد فرصت ہی فرصت ہے ان لوگوں میں سے ایک بڑی تعداد نے فارغ اوقات کے لئے نیند کا انتخاب کیا ہے، جیسے ہی کام سے فرصت ہوئی بستر اور چارپائی دماغ میں رقص کرنے لگتی ہے، جس صبح کو اللہ نے امت مسلمہ کے لئے بابرکت بنایا ہے اس میں یہ عالمِ خواب کا سفر کرتے ہیں، یہ زندگی برباد کرنے والا قدم ہے، -خاکم بدہن- ائمۂ کرام میں بھی یہ غفلت نظر آتی ہے، بڑے افسوس کی بات ہے کہ جن کو اللہ نے خدمت دین کا موقع دیا اور بڑے مقام سے نوازا وہ اس غفلت میں مبتلا ہیں، صبح سے دوپہر تک سوتے رہنا خون کے آنسو رُلانے والی بات ہے، میری اس تلخ نوائی کو تنقید وتحقیر مت سمجھنا، اگر میں نے خود کو پاک اور بڑا تصور کرتے ہوئے لکھا ہے تو مجھ سے بڑا بدبخت کوئی نہیں، یہ سراسر خیر خواہی ہے، ہمیں انبیاءِ کرام، صحابہ اور اولیاء کی زندگی پیش نظر رکھنی چاہیئے، ان کی توصیف میں قرآن کا بیان ہے:

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ۔ ''وہ لوگ رات کو کم سوتے تھے''۔ **تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا**۔ ''اُن کے پہلو خوابگاہوں سے الگ رہتے ہیں اس طور پر کہ وہ اپنے رب کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں''۔ فکفی بھم قدوۃ۔

حفاظت وقت کے وسائل

* فکروتدبر : سب سے پہلے اپنے دماغ کو بیدار کرنا ضروری ہے، آدمی کی فکر عملی صلاحیتوں کے لئے مہمیز ہے، اسی لئے اللہ تعالی نے بارہا قرآن کریم میں تفکروتدبر کی دعوت دی ہے، جب دماغ سوجاتا ہے تو عملی قوتیں بھی شل ہوجاتی ہیں، اللہ نے عقل اسی لئے دی ہے کہ انسان نفع نقصان میں تمیز کرے، اور اس کی روشنی میں اپنی زندگی کا سفر کامیاب بنائے، غوروفکر کی عادت ایک ایسا باطنی نگہبان ہے جو اضاعت اوقات سے بچاتا ہے۔

* عزم وارادہ: قوت ارادی بھی اللہ کی ایک نعمت ہے، انسان جس چیز کو ٹھان لیتا ہے اس کو انجام تک پہنچا کر رہتا ہے، اگر ہمارے اوقات ضائع ہورہے ہیں تو اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ ابھی تک ہم نے اوقات کی حفاظت کا عزم اور ارادہ ہی نہیں کیا، نفس وشیطان کے خلاف فاتح بننے کا راز قوت ارادی میں پوشیدہ ہے، دنیا میں ہلچل مچادینے اور انقلاب لانے والے افراد کا بنیادی جوہر ان کی قوت ارادی تھی، اسی طاقت کو بروئے کار لاکر انسان نے ناممکن نظر آنے والے کام کو ممکن کردکھایا، پس تو بھی ''عزائم کو سینوں میں بیدار کردے''۔

* قلت اختلاط: لوگوں سے اختلاط اور ملنا جلنا کم کردینا بھی حفاظت وقت کے لئے ضروری ہے، گھر میں اور خلوت میں رہنے کی عادت بنائی جائے، حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ نجات کا کیا راستہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

املکْ علیکَ لسانکَ ولْیسعکَ بیتکَ وابکِ علی خطیئتکَ۔

''اپنی زبان قابو میں رکھو، اور چاہئے کہ تمہارا گھر تمہیں گنجائش دے (یعنی اپنے گھر کو لازم پکڑو، بغیر ضرورت کے باہر مت نکلو) اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو''۔ (ترمذی)

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں: **نعم صومعة الرجل المسلم بيته، يكف فيه نفسه**

وبصرہ وفرجہ، وایاکم والمجالس فی السوق فانہا تلغی وتلھی۔ (الزھد الکبیر)
''مومن کے لئے اس کا گھر کیا ہی اچھا عبادت خانہ ہے، جس میں وہ اپنے نفس اور آنکھ اور شرمگاہ کو گناہوں سے روکتا ہے، تم لوگ بازار میں مجلسیں لگانے سے پرہیز کیا کرو، کیوں کہ یہ مجالس لغویات اور غفلت میں ڈال دیتی ہیں''۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: هَذَا زَمَانُ السُّكُوتِ وَلُزُومِ الْبُيُوتِ۔ ''یہ خاموش رہنے اور گھروں کو لازم پکڑنے کا دور ہے''۔ دو آدمی حضرت ابوسنانؒ کے پاس آئے تو آپؒ نے فرمایا کہ تم دونوں الگ کیوں نہیں ہوتے ہوں، تم دونوں کو الگ ہوجانا چاہئے اس لئے کہ تم دونوں ساتھ ہوتے ہو تو باتیں کرتے ہو اور جب الگ ہوجاتے ہو تو اللہ کو یاد کرتے ہو۔ (الزھد الکبیر)

ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ اپنے اصحاب کو یہ وصیت کیا کرتے تھے: إذا خرجتم من عندي فتفرقوا، لعل أحدكم يقرأ القرآن في طريقه ومتى اجتمعتم تحدثتم۔ ''جب تم میرے پاس سے نکلو تو الگ الگ ہوجاؤ، شاید اس طرح راستے میں قرآن پڑھنے کی نوبت آجائے، اور جب مل کر جاؤ گے تو راستے میں باتیں کرو گے''۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ اکثر گھر میں رہا کرتے تھے، آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کو گھر میں اکیلے رہنے سے وحشت نہیں ہوتی؟ تو آپؒ نے فرمایا: کیف استوحش وانا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ۔ ''مجھے کیسے وحشت ہوسکتی ہے جب کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ ہوتا ہوں'' (آپؒ حدیث میں مشغول رہتے تھے)۔ (الزھد الکبیر)

* **لغویات سے پرہیز کرنے والوں کی صحبت:** صحبت سے صفات منتقل ہوتی ہیں، پس اگر کوئی ایسا شخص مل جائے جو اپنے اوقات کو ضائع نہیں کرتا، اور ہر وقت کام میں لگے رہنے کو پسند کرتا ہے تو اس کی صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اور اس شخص کو اپنا دوست بنانا چاہئے، اس

سے بہت جلد تبدیلی شروع ہوجائے گی، اور غیر محسوس طریقے سے وقت کی قدردانی کی صفت ہمارے اندر بھی منتقل ہوگی، کسی بھی اچھی صفت کو پیدا کرنے کے لئے سب سے آسان اور سب سے زیادہ کامیاب راستہ یہی ہے کہ ان صفات والوں کی صحبت اختیار کی جائے۔

* اولیاء اللہ کے حالات کا مطالعہ: اولیاء اللہ کے حالات زندگی سے بھی ہمت اور ارادے میں قوت پیدا ہوتی ہے، اور دل میں حرارت اور حرکت محسوس ہوتی ہے، دل میں عمل کا تقاضا پیدا ہوتا ہے، اور آدمی اپنے گردوپیش کے ماحول سے اوپر اٹھنے کی کوشش کرتا ہے، اس لئے اولیاء اللہ کے حالات کا مطالعہ بھی بے حد نافع ہے۔

اور اگر کوئی ایک وقت نکال کر گھر میں چند افراد مل کر اس کی تعلیم کیا کریں تو اس سے اور زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے، اس طرح تعلیم کرنے سے دل پر اثر زیادہ ہوتا ہے، اور اس کے برکات زیادہ محسوس ہوتے ہیں، بزرگوں کے ارشادات میں بھی اس کی اہمیت ملتی ہے، یہ بھی ایک وجہ ہے کہ اکابر کے یہاں خانقاہوں میں کتابوں کی تعلیم کا رواج ہے۔

لیکن خیال رہے کہ ایسے اولیاء کے حالات کا مطالعہ کیا جائے جو شریعت وسنت کے پابند تھے، ان کی ہر بات سے شریعت کی عظمت ظاہر ہوتی ہو، نیز ان کے کشف وکرامات سے زیادہ ان کے مجاہدات اور اتباع شریعت کے واقعات کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

* وقت برباد کرنے والے افراد اور ماحول سے دوری: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بعض جگہ اپنے عمل کو اچھی طرح انجام نہیں دے سکتا ہے، مثلاً مدرسہ، مسجد یا دارالمطالعہ میں کتاب کا مطالعہ یا اور کوئی کام خوبی سے ہوتا ہے، لیکن اپنے گھر پر وہ کام خوبی سے نہیں ہوتا، ذہن منتشر ہوجاتا ہے، یا کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس جانے سے یا ان کے ہمارے پاس آنے سے کام میں حرج ہوتا ہے، ایسے موقع پر انسان کو غور کرکے اپنے لئے اچھے مقام کا انتخاب کرنا

چاہئے، اور وقت برباد کرنے والوں سے دور رہنا چاہئے، اگر وہ خود ہمارے پاس آئیں تو اس وقت اخلاق ومروت دکھانے کے بہ جائے صاف کہہ دینا چاہئے کہ ابھی میں آپ سے نہیں مل سکتا، یہ کہہ کر اپنے کام میں مصروف ہوجانا چاہئے، ہمارے بہت سے اکابرؒ اسی طریقہ پر گامزن تھے۔

* قیود سے آزادی اور سادگی: اپنے آپ کو سادہ زندگی گذارنے کا عادی بنائیے، آدمی کا رہن سہن جتنا سادہ ہوگا، اور دل اشیاء کی محبتوں اور لمبی تمناؤں سے آزاد ہوگا اسی قدر اس میں طاقت پرواز پیدا ہوگی، ورنہ جس کی زندگی تکلفات کے احاطے میں محصور ہوجاتی ہے اور جس کی پسند کا دائرہ وسیع ہوتا ہے کہ میرے کپڑے ایسے ہوں، میرا گھر ایسا ہو، اس میں ایسی ایسی چیزیں ہوں، میرا کھانا ایسا ہو، میری سواری ایسی ہو، وہ انہیں تقاضوں کو پورا کرنے میں مقصد سے غافل ہوجاتا ہے یا عاجز ہوجاتا ہے۔

* اہداف کا تعین: وقت کو کام میں لگانے کے لئے اپنا نصب العین اور طریقۂ کار متعین کرنا ضروری ہے، یعنی میری منزل کیا ہے، اور اس منزل تک پہنچنے کے لئے مجھے کونسا راستہ اختیار کرنا ہے، اس طرح مقاصد ووسائل کا تعیّن بڑا مددگار ثابت ہوتا ہے، اس کے بغیر اکثر داعیہ پیدا نہیں ہوتا، اور اگر ہوگیا تب بھی کوئی دلچسپ اور مفید مشغلہ نہ ملنے سے وہ داعیہ ختم ہوجاتا ہے۔

چند اہم اعمال جو اعلی مقاصد کے لئے وسائل ہیں یہ ہیں، قرآن کی تلاوت، حدیث حفظ کرنا، معتمد علماء کے بیانات سننا، کوئی مضمون لکھنا، کسی موضوع پر مواد جمع کرنا، کتاب کا مطالعہ بہترین مشغلہ ہے، اور نیک نیتی کے ساتھ اہم ترین عبادت ہے، ایک بہترین ساتھی ہے، اس سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، فکر وتدبر کو نئی راہیں ملتی ہیں، سوچنے کے نئے انداز ملتے ہیں، قلب کو تازگی ملتی ہے، نیا جذبہ اور نیا حوصلہ ملتا ہے، قلب کو سخت ہونے سے بچاتا ہے، نیک کاموں میں رغبت اور برے کاموں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

* نظام الاوقات: وقت کی حفاظت کے لئے نظام الاوقات اکابر کا مجرب نسخہ ہے، نظام الاوقات سے وقت بیکار نہیں جاتا، اور اللہ کی طرف سے اس میں برکت ہوتی ہے، حضرت تھانویؒ کے خلیفہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ عمر بھر کے تجربہ کی ایک بات بتاتا ہوں کہ اپنے نظام الاوقات کی پابندی کرو، وقت بڑا گراں قدر سرمایہ ہے، اگر وقت پر کام کرنے کی عادت پڑ گئی اور اس پر مداومت حاصل کر لی تو پھر وقت تمہارا خادم بن جائے گا، حضرت اپنے معمولات وقت پر ادا کرنے کی ایک مثال تھے، حتی کہ ایک مرتبہ آپ کو تلاوت میں مشغول دیکھ کر ایک طالب علم اپنی گھڑی اس بنیاد پر درست کرنے لگا اور وقت ملانے لگا کہ آپؒ روزانہ ٹھیک اسی وقت تلاوت کرتے تھے۔ (سوانح وتعلیمات حضرت عارفیؒ ۲۱۸)

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ آپ بیتی میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے اکابر کو بھی نظم اوقات اور معمولات کی پابندی کا بہت ہی پابند پایا، میرے والد صاحب کا تو خاص معمول تھا کہ اپنے مخصوص شاگردوں سے سب سے پہلے کام جو لیتے وہ یہ تھا کہ نظام الاوقات ان سے ہی بنوا کر اس میں مطالعہ، کھانا، سبق سب آجاوے اس کو ملاحظہ فرما کر اگر اصلاح کی کوئی ضرورت سمجھتے تو اصلاح کر کے اس کے حوالے فرما دیتے، اور پھر اس پر پابندی کی تاکید فرماتے، اور نگرانی بھی فرماتے تھے، اس کے بعد حضرت شیخؒ نے اکابر کے چند واقعات نظام الاوقات اور اس کی پابندی کے تحریر فرمائے ہیں، اس میں یہ بھی لکھا ہے: حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ میرے اوقات ایسے گھرے ہوئے اور بندھے ہوئے ہیں کہ پانچ منٹ کا بھی حرج ہو جاتا ہے تو دن بھر کے کاموں کا سلسلہ گڑبڑ ہو جاتا ہے، پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں: حضرت حکیم الامتؒ نے صحیح فرمایا انضباط اوقات سے جتنا کام عمدہ اور اچھا ہو سکتا ہے بغیر انضباط کے نہیں ہوتا، پھر اس کے بعد حضرت شیخؒ نے خود اپنے مریدین اور شاگردوں سے اس کی تاکید کی تفصیل تحریر فرمائی ہے۔

نظام الاوقات کا مطلب ہے دن بھر کے معمولات کے لئے اوقات طے کرنا، مثلاً صبح صادق سے ۴۰ یا ۵۰ منٹ پہلے اٹھ جاؤں گا، یا جماعتِ فجر سے ۳۰ یا ۴۰ منٹ پہلے اٹھ جاؤں گا، پھر نماز کے بعد تلاوت قرآن کروں گا، پھر ضروریات سے فراغت کے بعد اتنے بجے معاشی ذمہ داری میں مصروف ہو جاؤں گا، نماز ظہر سے ۳۰ منٹ پہلے نماز کی تیاری شروع کروں گا، نماز کے بعد کوئی ذمہ داری ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ایک گھنٹہ کتاب کا مطالعہ کروں گا یا معمولات پورے کروں گا، پھر عصر تک خانگی ضروریات کی تکمیل کروں گا، عصر کے بعد تسبیحات سے فارغ ہو کر اہل خانہ کو وقت دوں گا، مغرب کے بعد نوافل سے فارغ ہو کر عشاء سے پہلے کھانے سے فارغ ہو جاؤں گا، عشاء کے بعد معمولات وضروریات سے فارغ ہو کر سو جاؤں گا، یہ پورے دن کے نظام الاوقات کی ایک مثال ہے، اس طرح ہر شخص اپنے حساب سے اپنا نظام الاوقات طے کر سکتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں سونے اٹھنے کا نظام ہی بگڑ چکا ہے، رات کو دیر تک محفلیں لگتی ہیں، رات کو بہت دیر سے سونا اور صبح بہت دیر سے اٹھنا معمول بن گیا ہے، اس طرح آدمی رات میں فضول گوئی اور غیبت میں ملوث ہوتا ہے اور صبح کی برکتوں سے بھی محروم رہ جاتا ہے، اور بعض مرتبہ تو اس کی نحوست سے فجر کی نماز بھی قضا ہو جاتی ہے، یہ ماحول اسلام کے مزاج سے بالکل مختلف ہے، اس لئے اپنے نظام الاوقات میں اس کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔

نظام الاوقات کو لکھنا چاہئے، صرف ذہن میں طے کر لینے سے نہ اس کی اہمیت دل میں آتی ہے اور نہ یاد رہتا ہے، اور لکھا ہوا دیکھنے سے ایک تقاضا بھی پیدا ہوتا ہے، اور تحریر یاد دہانی کا کام بھی دیتی ہے، نظام الاوقات طے کرنے کے بعد اس کے مطابق عمل کرنے کی پوری کوشش کی جائے، اور یہ بات خاص طور سے ذہن نشین کر لی جائے کہ نظام الاوقات میں کامیابی ایک دم نہیں ملتی، آدمی نظام الاوقات بناتا ہے لیکن اس کے مطابق کام نہیں ہو پاتا، پختہ ارادہ کرتا ہے لیکن کسی

عذر سے یا کاہلی سے وقت پر وہ عمل نہیں ہوتا، اس سے ہرگز ناامید ہو کر ہمت نہیں ہارنی چاہئے، کیوں کہ ہر نئے مرحلے میں انسان پہلے ٹھوکر کھاتا ہے اور ہر میدان میں پہلے گرتا ہے پھر کامیاب ہوتا ہے، پس آدمی کو چاہئے کہ بارہا نظام کے خلاف ہو جانے پر بھی مایوس نہ ہو اور کوشش کرتا رہے، اور چیونٹی سے سبق لے کہ وہ بارہا گرنے کے بعد بھی اپنا ارادہ نہیں بدلتی اور مایوس نہیں ہوتی یہاں تک کہ دیوار پر چڑھ کر رہتی ہے، ایک معتد بہ مدت تک کوشش کرنے کے بعد استقامت نصیب ہو جاتی ہے، اور یہ بھی یاد رہے کہ صادق و مخلص کو ان ناکامیوں میں بھی قیمتی جواہر ہاتھ لگتے ہیں۔

ہیں عقدہ کشا یہ خارِ صحرا　✲　کم کر گلۂ برہنہ پائی

* **کسی کو اپنا معاون بنایئے:** ایک مسافر کے لئے رفیق سفر بہت اہمیت رکھتا ہے، نیکیوں کی طرف اور اعلیٰ مدارج کی طرف قدم اٹھانے اور تعمیر حیات کا قصد کرنے والے کے لئے ایک معاون ترقی اور کامیابی کا بہترین ذریعہ ہے، بہتر تو یہ ہے کہ دونوں ساتھی معمولات و وظائف میں مشترک رہیں، اور مسابقت کی کوشش کریں، کیوں کہ مسابقت و مسارعت ولولہ و شوق کا سبب ہے، اسلاف میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ دوست آپس میں نیکیوں میں مقابلہ کرتے تھے، لیکن آج اس کا کہیں نام و نشان نہیں، اگر مسابقت کے لئے کوئی ساتھی میسر نہ ہو تو اپنے کسی بے تکلف دوست کو اپنا محاسِب بنا دیجئے جو آپ کے معمولات و وظائف کا محاسبہ کرتا رہے، اور کوتاہی پر آپ کو متنبہ کرے، وہ محاسب بے تکلف دوست ہو کہ آپ کی کوتاہیاں اس کے سامنے آنے سے آپ کو شرمندگی نہ ہو، آپ کا خیر خواہ ہو، اس کی خیر خواہی پر یقین ہو، تاکہ تنبیہ کے وقت کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو، آپ کی ترقی سے اس کو دلچسپی ہو، محض خانہ پُری کرنے والا مددگار ثابت نہیں ہوتا، اور آپ کی ناگواری پر بھی آپ کا مکمل محاسبہ کرنے والا ہو، اگر مزاج دیکھ کر محاسبہ کیا گیا تو اس کو دوام نہیں مل سکتا، کیوں کہ کیفیات کو بقا نہیں، اگر کوئی ایسا معاون مل جائے تو اس کو اپنے درد کا مسیحا تصور کیجئے۔

عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ کی نصیحت پلے باندھ لیجئے

حضرت تھانویؒ کے خلیفہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ نے اپنی ایک مجلس فرمایا:

یہ تمام عمر کا تجربہ ہے اور اتنی عمر کو پہنچنے کے بعد کہتا ہوں کہ ایک چیز جو بڑی قابل قدر، اور اس کی قدر جان لینا اور پہچان لینا یہی خلاصہ ہے شریعت وطریقت اور سنت کا وہ ہے ''وقت'' جو گرانمایہ چیز ہے، جس نے وقت کی قدر کر لی اس نے سب کچھ حاصل کر لیا، ہمارے پاس جو عمر ہے وہ بہہ رہی ہے پانی کی طرح، ہر لمحہ قیمتی سے قیمتی ہے، اور برق رفتاری سے گزرتی چلی جارہی ہے۔

یقین رکھو سرمایہ حیات وہی لمحات ہیں جو اللہ کی یاد میں گزر جائیں، اللہ کے ذکر میں گزر جائیں، دنیا کی دولت ہیچ ہے ان لمحات زندگی کے مقابلے میں جس میں اللہ کا بندہ اللہ کے سامنے بیٹھ جائے، اللہ تعالی کی بارگاہ میں اس کا ایک بندۂ عاجز اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی چند لمحے کے لئے بھی بیٹھ جائے تو بس اس کے لئے سرمایہ ہے، اور ایمان کا حاصل ہے، تو بھائی وقت کی قدر کرو، وقت بڑی قدر کی چیز ہے۔ (سوانح وتعلیمات حضرت عارفیؒ ۲۱۸)

حضرت شیخؒ کے مختصر جملے دستور زندگی بنا دیجئے

اوقات بہت قیمتی ہیں، زندگی کا جو وقت مل گیا ہے، اس کی قدر پہچاننی چاہئے، حدیث میں آتا ہے ''**فلیتزود العبد من نفسه لنفسه و من حیاته لموته و من شبابه لکبره و من دنیاه لآخرته**'' بندے کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے لئے اور زندگی میں موت سے پہلے، اور جوانی میں اپنے بڑھاپے سے پہلے، اور اس دنیا میں آخرت سے پہلے زادراہ تیار کر لے۔

(حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ ۲۵۷)

اے مہربان رب! اپنے لطف وکرم سے ہم سب کو زندگی کی قدردانی کرنے، اور آخرت کے گھر کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین۔